سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۸

انوارِ حرم

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی، فون ۳۶۹۸۱۲-۴۹۹۲۱۷۶

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲ ۴۹۹۲۱۷۶

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف وتالیفات درحقیقت مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

نام وعظ ⚬ انوارِ حرم

واعظ ⚬ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

مرتبہ ⚬ سید عشرت جمیل میر

تعداد ⚬ دو ہزار دو سو

سن اشاعت ⚬ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ مطابق اکتوبر ۲۰۰۰ء

مطبع ⚬ احمد پرنٹرز

ناشر ⚬ کتب خانہ مظہری

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان
۵۹	ایک علمی اشکال اوراس کاجواب
۶۱	حقوق العباد کے معاف ہونے کی شرط
۶۲	و رحمتی وسعت کل شئی کی عجیب تفسیر
۶۳	حیات پر موت کی تقدیم کاراز
۶۴	لیبلوکم ایکم احسن عملاً کی تفسیر بزبان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم
۶۴	کون عقل وفہم میں کامل ہے
۶۵	کون اللہ کی نافرمانی سے بچنے والا ہے
۶۶	کون اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں تیز ہے
۶۷	اسماء حسنیٰ کی تقدیم وتاخیر کے اسرار

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ وبو سے
کسی اور سمت کو ہے مری زندگی کا دھارا
جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب مدظلہم العالی)

عرض مرتب

عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اطال اللہ ظلالھم علینا الیٰ مأۃ وعشرین سنۃ مع الصحۃ والعافیۃ و خدمات الدینیۃ و شرف حسن القبولیۃ وادام اللہ برکاتھم الیٰ یوم الدین کا یہ عظیم الشان وعظ ۶شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء مکہ مکرمہ میں ایک ڈاکٹر صاحب کے مکان پر ہوا جس کو سن کر سامعین خصوصاً مکہ مکرمہ کے اہل علم پر کیف و وجد کا عالم طاری تھا اور حضرت اقدس کی آتش درد سے جملہ سامعین کرام کے دل اللہ کی محبت سے سرشار اور آنکھیں اشکبار تھیں ۔

درد میں تو نے ڈوب کر چھیڑی جو داستان عشق

قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا میں داد میں

مکہ معظمہ کی مبارک سرزمین پر حضرت والا دامت برکاتہم کا یہ بیان علم و عشق کا حسین امتزاج تھا جس میں جا بجا قرآن پاک کی آیات کی تفاسیر کے عاشقانہ نکات خصوصاً دنیا و جنت کی لذات پر اللہ تعالیٰ کے نام کی برتری و یکتائی کا وجدانی استدلال اور جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کے دلائل بالنصوص اور وجوب جماعت اور اجتماعات حج و عیدین وغیرہ سے صحبت اہل اللہ کے عاشقانہ اسرار اہل علم کے لئے باعث وجد تھے۔ اس کے ساتھ بیان میں تین اہم

سنتوں کی طرف اشارہ ہے جن سے اکثر لوگ غافل ہیں جو حضرت والا کی دقتِ نظر اور سنت نبوی سے محبت کا عکاس ہے اور سلوک و طریقت کے بہت سے مسائل مدلل بالقرآن والحدیث ہیں جو حضرت اقدس کی تقریر کا خاصہ ہے اور باطنی امراض میں بدنظری جس کو حضرت والا دامت برکاتہم اس دور میں وصول الی اللہ کا سب سے بڑا مانع فرماتے ہیں نصوص قطعیہ سے اس کی حرمت کی طرف نہایت دلکش عنوانات سے متوجہ فرمایا ہے، غرض وعظ کا ایک ایک لفظ علم و تصوف و عشق کا مرقع ہے۔ حرم پاک کی نسبت سے اس کا نام انوارِ حرم تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک حضرت اقدس مدظلہم العالی کے لئے اورحضرت والا کے صدقے میں مرتب اور جملہ معاونین کے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں اور اُمت مسلمہ کے لئے نافع فرمائیں آمین۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائیں اورحضرت والا کا سایۂ عاطفت طویل ترین عرصہ تک ہمارے سروں پر قائم رکھیں اور ہم کو کامل استفادہ کی توفیق عطا فرماویں اور حضرت اقدس کے علوم و معارف سے قیامت تک امت مسلمہ کو فیض یاب فرماویں اورشرف قبول عطا فرماویں آمین۔

مرتب

یکے از خدام

حضرت اقدس عارف باللہ مرشدنا و مولانا شاہ **محمد اختر** صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

بروز دوشنبہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ء

انوارِ حرم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ن الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ o

قرآن پاک کی جو آیات اس وقت تلاوت کیں ان کی تفسیر اس امید پر کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آسمان پر خوش ہوجائیں کہ زمین پر ان کے کلام کی تفسیر ہورہی ہے اور میرے بندے میرے کلام کے حقائق و دقائق کیسے مزے لے لے کر بیان کررہے ہیں اور میرے کلام کی کیسی عظمتیں بیان ہورہی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے پیش کروں گا جو عربی زبان میں قرآن پاک کی سب سے بڑی تفسیر ہے۔ یہ قول علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اللہ کے کلام میں کیا لذت ہے اس لذتِ تلاوت کو میں نے

اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

لذتِ دو جہاں ملی اس کے کلام سے مجھے
اس کے قریب بیٹھ کر راحتِ دوجہاں ملی

اور اللہ کے نام کی لذت کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

از لب یارم شکر را چہ خبر

اللہ کے نام میں جو مٹھاس میں پاتا ہوں اس مٹھاس کو شکر کیا جانے کیونکہ شکر محدود ہے ، فانی ہے اور اس کی مثل بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مٹھاس غیر فانی ہے، غیر محدود ہے ، بے مثل ہے۔

وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ

عربی قواعد کے لحاظ سے جب نکرہ نفی کے تحت آتا ہے تو فائدہ عموم کو دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں جہان میں اللہ کا کوئی مثل نہیں ہے لہٰذا جو اللہ پر فدا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو لذتِ بے مثل دیتے ہیں جس کی مثال دونوں جہان میں نہیں ہے جس پر میرا اردو شعر ہے ؎

لذت دوجہاں ملی مجھ کو تمہارے نام سے
مجھ کو تمہارے نام سے لذت دوجہاں ملی

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی تشریح مع تمثیل

لیکن ایک تو اس لذت کا علم ہونا ہے اور ایک اس لذت کا

ادراک ہوتا ہے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ علم کی تین قسمیں ہیں، علم الیقین ، عین الیقین اور حق الیقین مگر اس کو سمجھانے میں لوگوں کو دقت ہوتی ہے لیکن میں اس کو کباب کی مثال سے سمجھاتا ہوں کہ اگر کوئی صحیح راوی کہہ دے کہ شامی کباب غضب کا ہوتا ہے ، بہت مزہ آتا ہے تو اس کا نام علم الیقین ہے۔

کباب پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ مدینہ پاک میں ایک ڈاکٹر صاحب نے دعوت کی جس میں کباب بہت عمدہ تھے تو اس وقت میں نے یہ شعر کہا جو اسی وقت موزوں ہوا تھا کہ ؎

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسی جیسے شباب کی لذت

تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میرے کباب کی ایسی تعریف آج تک کسی نے نہیں کی۔

تو میں نے عرض کیا کہ اگر راوی صحیح ہے، سچا ہے تو یہ علم ہوجائے گا کہ واقعی کباب اچھی چیز ہے اس کا نام علم الیقین ہے لیکن کسی کو شامی کباب کھاتے ہوئے دیکھ لیا کہ وہ چٹخارے لے کر کھارہا ہے اور واہ واہ سبحان اللہ کہہ رہا ہے اور مرچوں کے چٹ پٹے پن سے آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے ہیں تو اس کا نام

عین الیقین ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں اگر اللہ والوں کو کبھی تکلیف بھی آجاتی ہے اور ان کے آنسو بھی بہہ جاتے ہیں لیکن ان کے یہ آنسو مصیبت کے نہیں ہوتے، تسلیم و رضا کی لذت کے ہوتے ہیں جیسے کوئی مرچ والا کباب کھا رہا ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور کوئی اس سے کہے کہ کیوں رو رہے ہو، خواہ مخواہ تکلیف اٹھا رہے ہو یہ کباب مجھے دے دو تو وہ کیا کہے گا کہ ارے ظالم یہ رونا مصیبت کا نہیں ہے مزے داری کا ہے۔

تو کباب کھاتے ہوئے دیکھ لیا اس کا نام ہے عین الیقین اور کسی نے کباب اس کے منہ میں رکھ دیا اور خود اسے کباب کا ذائقہ مل گیا اب اس کو حق الیقین حاصل ہوگیا۔ اسی طرح کسی اللہ والے سے سن لیا کہ اللہ کے نام میں بڑی لذت ہے تو یہ علم الیقین ہے اور کسی اللہ والے کو دیکھ لیا کہ کس مزے سے وہ اللہ کا نام لیتا ہے اور کیسی پُر کیف زندگی گذارتا ہے یہ عین الیقین ہے اور جب کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے خود اس کے دل کو اللہ کے نام کی لذت حاصل ہوگئی تو اس کا نام حق الیقین ہے۔

ہر غم کا مداوا

اور جس کو اللہ کے نام کی لذت مل گئی پھر وہ ہر حال میں خوش رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں اعلان ہے اَلَا

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ دلوں کا چین صرف میری یاد میں ہے کیونکہ میں نے ہی تمہاری ماؤں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ اگر سنگر مشین کی کمپنی اعلان کرسکتی ہے کہ سنگر میں میری ہی کمپنی کا تیل ڈلے گا تب یہ مشین پائیدار ہوگی اور اس کی حفاظت و کفالت کی ضمانت کمپنی اسی صورت میں قبول کرے گی جب ہماری کمپنی ہی کا تیل اس میں ڈالوگے۔ اگر دوسری کمپنی کا تیل ڈالوگے تو اس کی حفاظت کی کمپنی ذمہ دار نہیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کا زیادہ حق ہے کہ وہ فرمادیں کہ تمہارے دل کی مشین میں میری یاد ہی کا تیل پڑے گا، تم صرف میری ہی یاد سے چین پاؤگے کیونکہ یہ اعلان تمہارے خالق کی طرف سے ہے جو تمہارے قلب کا بھی خالق ہے اور تمہارے قالب کا بھی خالق ہے۔

اجتماع ضدین اور عشاق حق

کروڑوں ریال تمہارے پاس ہوں اور ہم نہ چاہیں تو خوشیوں کے اسباب میں ہم تم کو غمزدہ کرسکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو غم کے اسباب میں تم کو مسرور کرسکتے ہیں ، اسباب غم میں گھرا ہوا ہے اور مسکرا رہا ہے۔ اس پر بھی میرا ایک قطعہ اردو کا ہے ؎

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
ہنسی لبوں پہ ہے گو دل پہ زخم کھاتے ہیں

عجیب جامعِ اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

جبکہ مناطقہ اور فلاسفہ کے نزدیک اجتماع ضدین محال ہے لیکن اللہ کے عاشقوں نے محال کو ممکن بنادیا کہ اگر کبھی خطا ہوگئی اور اللہ کی مرضی کے خلاف اپنا دل خوش کرلیا تو اس خوشی پر نادم ہوکر رونے لگتے ہیں کہ اے اللہ معاف کردیجئے اور اللہ کو خوش کرنے کے لئے گناہ سے بچ کر اپنے دل کو ناخوش کرلیا تو اس غم پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا دل تو غمگین ہوا لیکن ہمارا مولیٰ تو خوش ہوگیا۔اس توفیق پر ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اجتماع ضدین کی مثال پر میرا ایک اور شعر ہے ؎

صدمہ وغم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو غم میں آپ کو خوش رکھ سکتا ہے، اسباب غم میں آپ کو مسرور رکھنے پر وہ قادر ہے اور اسباب خوشی میں وہ دل کو بے چین اور پریشان اور اشکبار کرسکتا ہے ؎

گر او خواہد عین غم شادی شود
عین بند پائے آزادی شود

اگر اللہ چاہے تو غم کی ذات کو خوشی بنادے اور پاؤں کی بیڑی کو آزادی بنادے ۔ دنیا کے لوگ پہلے غم کے اسباب کو ہٹاتے ہیں پھر خوشی لانے کی کوشش کرتے ہیں، پاؤں کی بیڑی یعنی اسباب قید کو دور کرتے ہیں پھر آزادی دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو اسباب غم ہٹانے کی ضرورت نہیں، وہ غم کی ذات ہی کو خوشی بنادیتے ہیں اور قید ہی کو آزادی بنادیتے ہیں، وہ اسباب راحت و خوشی میں غمگین اور بے چین کرسکتے ہیں اور اسباب غم میں مسرور کرسکتے ہیں ۔ اسی لئے فرمایا:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

کہ دل کا چین صرف اللہ تعالیٰ کی یاد پر مبنی ہے۔

بِذِکْرِ اللّٰہِ کی تقدیم کی حکمت

اور بِذِکْرِ اللّٰہِ کی تقدیم سے معنیٰ حصر کے پیدا ہوگئے لہٰذا اہل عرب پر اور سارے عالم کے عربی دانوں پر یہ ترجمہ کرنا لازم ہے کہ صرف اللہ ہی کی یاد سے دل کو چین ملتا ہے۔ پوچھ لیجئے، علماء بیٹھے ہوئے ہیں جو قواعد سے واقف ہیں کہ تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر یہاں بِذِکْرِ اللّٰہ کا حق تاخیر کا تھا مگر اللہ نے اس کو مقدم فرمایا کیونکہ اگر مقدم نہ کیا جاتا تو اللہ کی یاد کے علاوہ اور چیزوں سے بھی چین ملنا ثابت ہوجاتا لیکن بِذِکْرِ اللّٰہ کو مقدم فرماکر

اللہ تعالیٰ نے حصر فرمادیا کہ صرف میری ہی یاد سے تم چین پاؤ گے، اگر تم مجھے بھول جاؤ گے اور میری نافرمانی میں مبتلا رہو گے تو سارے عالم کے اسباب چین میں ہم تم کو بے چین رکھیں گے جیسے مچھلی بغیر پانی کے بے چین رہتی ہے۔ مولانا رومی نے کس طرح سے اس کو ثابت کیا کہ ؎

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگ ہاست
ماہیاں را با یبوست جنگ ہاست

چاہے خشکی میں ہزاروں عیش اور رنگینیاں ہوں لیکن مچھلیوں کو خشکی سے عداوت اور جنگ ہے۔ اگر ریڈیو سے دریا میں بین الاقوامی اعلان ہوجائے کہ اس وقت دریا کے اندر بڑے بڑے مگر مچھ آگئے ہیں جو مچھلیوں کو کھارہے ہیں لہٰذا اے مچھلیو اپنی کوئی اور پناہ گاہ ڈھونڈ لو اور دریا کو چھوڑ دو تو مچھلیوں کی طرف سے یہی جواب ہوگا کہ دریا کے علاوہ ہماری کوئی پناہ گاہ نہیں۔ خشکی میں تو ہماری موت یقینی ہے، یہاں امید ہے کہ ہم بچ جائیں اور مگر مچھ ہمیں نہ کھائے لیکن خشکی میں تو ہم زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح لاکھ عیش و طرب اور اسباب غفلت ہوں مومن بھی اللہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور بزبان حال کہتا ہے ؎

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

توبہ میں دیر کرنا خطرناک ہے

اور مچھلی کو شکاری جب کبھی خشکی میں لے آتا ہے تو تھوڑی دیر وہ تڑپتی ہے لیکن چند منٹ کے بعد تڑپنے کی طاقت بھی ختم ہوجاتی ہے۔ یہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ؎

یہ واقعہ مرا خود اپنا چشم دید ہوا

اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب مچھلی کو شکار کرکے دریا سے نکالا تو تھوڑی دیر وہ تڑپ رہی تھی اس کے بعد اس کا تڑپنا بھی ختم ہوگیا لہٰذا شیطان اور نفس جب کسی گناہ میں مبتلا کر کے ہم کو اللہ کے دریائے قرب سے باہر کردیں تو تڑپ کر، جلدی سے توبہ کرکے پھر اللہ کے دریائے قرب میں آجاؤ ورنہ ایک دن ایسا ہوگا کہ تڑپنے کی طاقت بھی نہ رہے گی یعنی احساس ندامت بھی اپنے گناہوں پر نہ رہے گا اور روحانی موت واقع ہوجائے گی۔اس لئے گناہوں سے توبہ کرنے میں تاخیر نہ کرو۔

توبہ کا کیمیکل اور اس کی کرامت

اور جلدی سے توبہ و استغفار کرکے متقین کی صف میں شامل ہوجاؤ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِیْنَ استغفار اور توبہ کے کیمیکل میں

اللہ تعالیٰ نے یہ اثر رکھا ہے کہ ان کو اولیاء اللہ کے درجے میں پہنچا دیتا ہے۔

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انا انزلنا کی تفسیر میں حدیث قدسی نقل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا رونا اور ان کی آہ و زاری اور استغفار و توبہ اور اظہار ندامت اتنا پسند ہے کہ سارے عالم کے مُسَبِّحِیْن یعنی سارے عالم کے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے والوں کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اب اس حدیث پاک کی عربی عبارت پڑھتا ہوں۔ لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ۔سارے عالم کی تسبیحات کی آوازوں سے زیادہ مجھے اپنے گنہگار بندوں کے آہ و نالے محبوب ہیں۔مُسَبِّحِیْن میں الف لام استغراق کا ہے لہٰذا اس میں ملائکہ بھی داخل ہیں کہ جہاں کہیں بھی میری تسبیح ہورہی ہے مجھے اس سے زیادہ یہ محبوب ہے کہ میرا کوئی گنہگار بندہ مجھے مغفرت پر قادر سمجھ کر رو رہا ہو، آہ و زاری و اشکباری کررہا ہو کہ میرا اللہ ہی مجھے معاف کرسکتا ہے تو مجھے اس کے رونے کی یہ آواز تمام عالم کے مُسَبِّحِیْن کی آوازوں سے زیادہ پسند ہے۔اور یہ حدیث دلیل ہے کہ اللہ اللہ ہے کیونکہ اگر دنیا کے سلاطین کا استقبال ہورہا ہو اور خطبہ استقبالیہ دیا جارہا ہو اس وقت اگر کوئی آکر رونے لگے تو سیکیورٹی پولیس اس کو بھگا دیتی ہے کہ اس وقت بادشاہ کا فنکشن ہورہا ہے، تم رنگ میں بھنگ مت ڈالو، اگر

رونا ہے تو کل آ کے رونا لیکن اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرمارہے ہیں کہ گنہگاروں کا رونا مجھے زیادہ محبوب ہے کیونکہ دنیا کے بادشاہ اپنی تعریف کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ سارے عالم کی تسبیح اور حمد و ثنا سے بے نیاز ہیں کیونکہ تسبیح و تعریف سے دنیا کے بادشاہوں کی طرح ان کی عزت میں اضافہ نہیں ہوتا اور ساری دنیا اگر سرکش و نافرمان ہوجائے تو اللہ کی عزت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ علماء کے محضر میں یہ حدیث قدسی بیان کررہا ہوں جس کی تعریف ہے الذی یبینه النبی بلفظه و ینسبه الیٰ ربه اور اس لئے بیان نہیں کررہا ہوں کہ علماء نہیں جانتے۔ سب جانتے ہیں لیکن تکرار علم کررہا ہوں کیونکہ علم زندہ رہتا ہے تکرار سے اور عشق زندہ رہتا ہے صحبت ابرار سے۔ اگر عاشقوں کی صحبت نہ ملے تو عشق زندہ نہیں رہ سکتا۔

جماعت کے وجوب کا ایک عاشقانہ راز

اور یہ نکتہ شاید پہلی دفعہ آپ مجھ ہی سے سنیں گے کہ عشق کو زندہ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت کی نماز کو واجب فرمایا۔جماعت کے وجوب میں یہ راز چھپا ہوا ہے کہ چاہے تم کو تنہائی کی عبادت میں بڑا سکون مل رہا ہو مگر تم فاسقین کے رجسٹر سے نہیں نکل سکوگے جب تک مسجد میں جماعت سے نماز نہیں

پڑھوگے تاکہ میرے عاشقوں کی ملاقات تم پر اختیاری نہ رہے لازمی، (compulsory) اور ضروری ہوجائے اگر عشق تنہا زندہ رہتا تو نمازیں تنہائی میں پڑھنے کا حکم ہوتا، جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی لیکن چونکہ عشق کی حقیقت یہ ہے کہ عشق تنہا زندہ نہیں رہ سکتا، عاشقوں میں زندہ رہتا ہے اور صرف زندہ ہی نہیں رہتا بڑھ جاتا ہے، ترقی بھی ہوتی ہے۔ پس عشق کی عطا اور بقاء اور ارتقاء موقوف ہے عاشقوں کی صحبت پر، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو واجب کردیا تاکہ میرے عاشقوں کی ملاقات سے بندوں کو عشق عطا بھی ہو،اور بقاء بھی ہو اور ارتقا بھی ہو تاکہ میرے عاشق ترقی کرتے رہیں، محبت کی کسی منزل پر نہ ٹھہریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت درگہے ست

غیر محدود راستہ ہے اس لئے جس منزل پر پہنچو اس سے آگے بڑھو۔

جمعہ و عیدین و حج کے اجتماعات کا مقصد

اس لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت پنجگانہ کے وجوب پر ہی اکتفا نہیں فرمایا، عاشقوں کی تعداد بڑھانے کے لئے جامع مسجد میں جمعہ کے اجتماع کو فرض کردیا کہ جتنا عاشقوں سے ملاقات بڑھے گی

تمہارے عشق میں اضافہ ہوگا اور سال میں عید اور بقرعید کے اجتماع کا حکم دے دیا تاکہ عاشقوں کی تعداد اور زیادہ بڑھ جائے اور زیادہ عاشق ایک دوسرے سے ملیں۔

اور حکم دے دیا کہ ایک راستے سے جاؤ اور دوسرے راستہ سے آؤ۔ اس سنت کا راز ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ راستہ بدلنے میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ راستہ میں قبرستان پڑیں گے اور مُردوں کے لئے ایصال ثواب کی توفیق ہوجائے گی جس سے مُردوں کو فائدہ ہوگا۔دوسرے یہودیوں نصرانیوں کے گھر پڑیں گے تو مسلمانوں کی تعداد دیکھ کر ان پر دہشت اور رعب طاری ہوگا۔

اور اس کے بعد اگر استطاعت ہو تو حج کا اجتماع فرض کردیا کہ حرمین شریفین میں حاضری دو مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً ۔حج کی فرضیت کا ایک راز عشاق کی بین الاقوامی ملاقات بھی ہیکہ ہر ملک کے اولیاء اللہ کی زیارت نصیب ہوجائے ۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ ایک تو کعبہ کا اپنا نور ہے مگر کعبہ میں جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کا نور باطن بھی اس فضا میں شامل ہوتا ہے۔ اس لئے کعبہ میں قدم رکھتے ہی نور ایمان بڑھ جاتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود

کعبہ پر ہر وقت اللہ کی تجلی جو ہر لحظہ اضافہ کے ساتھ ہو رہی ہے

جس سے کعبہ انوار سے معمور ہے اور دوسرے

کیں ز اخلاصات ابراہیم بود

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نور بھی اس میں ہے۔

فیضِ عاشقانِ حق

حرمین شریفین میں بین الاقوامی عاشقوں کی ملاقات ہورہی ہے، آپ چاہے ان کو جانیں یا نہ جانیں لیکن ان کا فیض پہنچے گا جیسے یہاں اگر رات کی رانی لگی ہو تو اس کی خوشبو آپ کو ضرور ملے گی۔ اولیاء اللہ جو حرم میں موجود ہوتے ہیں ان سے تعارف ہو یا نہ ہو مگر اپنے سینہ میں خون آرزو سے جو وہ جلا بھنا دل رکھتے ہیں ان کے درد دل کی خوشبو سے آپ محروم نہیں رہیں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں لَوْ مَرَّ وَلِیٌّ مِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِبَلَدَةٍ لَنَالَ بَرَکَةَ مُرُوْرِہٖ اَھْلُ تِلْكَ الْبَلَدَةِ اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی کسی شہر سے صرف گذر جائے، ٹھہرے بھی نہیں کہ وہاں قیام کا اس کو موقع نہیں ہے، تو اس شہر والے اس کے گذرنے کی برکت سے محروم نہیں رہیں گے جیسے تاریکی میں چراغ گذر جائے، کچھ دیر کو ٹھہرے بھی نہیں تو نور پھیلے گا یا نہیں؟

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے سوال کیا تھا کہ حضرت یہ جو شعر ہے کہ اللہ

والوں کی صحبت سو برس کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ مفتی صاحب آپ کو تعجب کیوں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو مبالغہ سمجھتے ہیں حالانکہ شاعر نے یہ کم بیان کیا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت کی ایک ساعت ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ یہ بات مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مفتی تقی عثمانی نے مجھے ملتان میں سنائی اور اب میں آپ کو سنا رہا ہوں۔ تو حکیم الامت میں اور مجھ میں صرف دو راوی ہیں اور دونوں ثقہ ہیں، حضرت مفتی شفیع صاحب اور ان کے بیٹے مولانا تقی عثمانی صاحب۔

نماز باجماعت کو رکوع سے تعبیر کرنے کی حکمت

اب یہاں ایک حکمت بیان کرتا ہوں جو روح المعانی میں علامہ آلوسی نے لکھی ہے کہ جماعت کا وجوب سارے علماء کے نزدیک اس آیت سے ثابت ہے وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ مگر ترجمہ اس کا یہ ہے کہ صلوا مع المصلین نماز پڑھو نمازیوں کے ساتھ لیکن جماعت کی پوری نماز کو اللہ تعالیٰ نے رکوع سے کیوں تعبیر کیا جبکہ رکوع تو نماز کا ایک جز ہے۔ بلاغت میں اس کا نام مجاز مرسل ہے، یہ تسمیة الکل باسم الجز ہے یعنی ایک جزو سے کُل کو تعبیر کرنا لیکن مجاز مرسل میں

کوئی حکمت ہونی چاہئے جس کی وجہ سے ایک جزو سے کُل کو تعبیر کیا گیا۔ تو اس کی وجہ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ چونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو رکوع کی دولت عطا فرما کر امتنان نعمت کے طور پر فرمایا وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ تاکہ ہماری نعمت کی قدر کرو۔

صحبت اہل اللہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم نازل فرما کر اور وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ سے جماعت پنجگانہ کو واجب فرما کر اور جمعہ و عیدین اور حج کے اجتماعات کا حکم دے کر عاشقوں کی ملاقات کو دنیامیں ضروری قرار دیا جس سے اہل اللہ کی صحبت کی کس قدر اہمیت ظاہر ہوتی ہے لیکن دنیا ہی میں نہیں جنت میں بھی اہل اللہ کی ملاقات کو صرف ضروری ہی نہیں جنت پر مقدم فرمایا جس کی دلیل نص قطعی سے پیش کروں گا۔ کیونکہ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ چلو دنیا میں مولویوں کی خوشامد کرلو کیونکہ یہاں تو ان سے مسئلہ پوچھنے پر ہم مجبور ہیں مگر جنت میں تو شریعت نہیں ہے وہاں تو مولویوں سے جان چھوٹے گی کیونکہ وہاں تو کوئی مسئلہ پوچھنا نہیں ہے۔صرف کھانا پینا اور مزے کرنا ہے جیسے ایک بار قاری

طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ جنتی کام کرلیں۔ میں نے کہا کہ حضرت دنیا میں جنتی کام کیا ہے؟ فرمایا کہ چلو دستر خوان لگ رہا ہے، کھانا پینا ہی تو ہے جنت کا کام۔ جنت میں نماز روزہ نہیں ہے، شریعت نہیں ہے، وہاں کوئی عبادت نہیں کرنی ہے۔ وہاں بس عیش ہی عیش ہے، مزہ ہی مزہ ہے۔ اہل اللہ کی ملاقات، عاشقوں کی زیارت۔ اگر آپ کا دل چاہا کہ چلو سرور عالم ﷺ کی زیارت کرلیں تو فوراً آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجائیں گے۔ پرندہ اڑ رہا ہے دل چاہے کہ یہ بھنا ہوا مجھے مل جائے اسی وقت بھنا ہوا موجود! ۔جو چاہوگے اللہ دے گا، اور ہمیشہ کی غیر محدود زندگی ملے گی کبھی موت ہی نہیں آئے گی۔

مومن کے خلود فی الجنۃ اور کافر کے خلود فی النار کی وجہ

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ دنیا میں چند دن تم اپنی محدودزندگی کو میری مرضی پر ڈھال لو تو میں تمہیں غیر محدود زندگی اور غیر محدود لذت تمہاری نیت کی بنا پر دوں گا کیونکہ مومن کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اگرہمیشہ زندہ رہوں گا تو اللہ کی مرضی پر جیوں گا، اپنی مرضی اور اپنی خواہش کو اللہ کی مرضی پر نثار کردوں گا تو مومن کی اس نیت پر خلود فی الجنۃ ہے اور کافر کی نیت کیونکہ یہ ہے کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہوں گا تو کفر پر ہی رہوں گا اس لئے کافر

کے لئے خلود فی النار ہے۔

جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کی دلیل

تو میں عرض کررہا تھا کہ اللہ نے دنیا میں بھی اپنے عاشقین، اللہ والوں اور مولویوں یعنی علماء ربانین کی ملاقات کو ضروری کردیا لیکن فرمایا جنت میں بھی تم ان سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔ فرماتے ہیں فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ دیکھو جنت کی طرف دیکھنا بھی نہیں، پہلے میرے خاص بندوں سے ملو پھر جنت میں جاؤ اور وہاں کی نعمتوں میں مشغول ہو کیونکہ میرے خاص بندوں کا درجہ جنت سے اعلیٰ ہے ۔ اس کی ایک دلیل تو میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ دیتے تھے کہ اہل اللہ جنت کے مکین ہیں، جنت اللہ والوں کا مکان ہے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ کیا منطقی دلیل دی میرے شیخ نے۔ اور دوسری دلیل ان کے غلام اختر کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جنت حامل نعمت ہے اور اہل اللہ حامل منعم ہیں اور حامل منعم کا درجہ نعمت سے زیادہ ہے ۔ کہاں نعمت اور کہاں نعمت کا دینے والا! لہٰذا جن کے دل میں نعمت دینے والا متجلی ہے ان کا درجہ جنت سے زیادہ نہ ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اہل اللہ جنت سے افضل ہیں کیونکہ ان کو جنت دینے والے سے نسبت ہے ، خالقِ جنت سے رابطہ ہے اور جنت نعمت تو ہے لیکن نعمت منعم سے

نہیں بڑھ سکتی، مخلوق خالق کے مقابلہ میں نہیں آسکتی اسی لئے جنت میں مشغول ہونے سے پہلے فادخلی فی عبادی کا حکم ہوا کہ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو، بعد میں جنت کے مزے اڑاؤ۔

لفظ صاحب نسبت پر استدلال بالنص

اور عبادی میں یاء نسبتیہ و تخصیصیہ ہے کہ ان بندوں کو مجھ سے نسبت ہے، یہ میرے خاص بندے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ صاحب نسبت کیا چیز ہے؟ یہ لفظ تو صوفیا کی ایجاد معلوم ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایجاد نہیں ہے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کی یاء میں کیا نسبت نہیں ہے جیسے برادر نسبتی کی نسبت تو سمجھ میں آجاتی ہے۔ بیوی کے بھائی کو برادر نسبتی کہتے ہیں جس کو عام زبان میں سالا کہا جاتا ہے لیکن میں سالا کہنے کو منع کرتا ہوں کیونکہ آج کل یہ لفظ گالیوں میں استعمال ہوتا ہے کہ مارو سالے کو۔ اس لئے بیوی کا بھائی کہہ دو، برادر نسبتی کہہ دو، برادر اِن لا (Brother in law) کہہ دو بچوں کا ماموں کہہ دو، بہت سے مہذب الفاظ ہیں۔ تو جس طرح لیلیٰ کی وجہ سے برادر نسبتی میں نسبت سمجھ میں آجاتی ہے تو مولیٰ کی نسبت سے اللہ والوں کا اہل نسبت ہونا کیوں سمجھ میں نہیں آتا۔

جنت پر اہل اللہ کی افضلیت کا دوسرا استدلال

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نعمت دینے والے کا درجہ نعمت سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس حامل تجلیات منعم ہونے کے سبب اہل اللہ جنت سے افضل ہیں۔ اسی لئے علامہ آلوسی فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ذکر کو اللہ نے مقدم کیوں کیا اور شکر کو موخر کیوں کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ **فان حاصل الذکر الاشتغال بالمنعم** ذکر کی حالت میں آدمی نعمت دینے والے کے ساتھ مشتغل رہتا ہے اور علامہ آلوسی نے باب افتعال استعمال کیا کہ ارادہ کرکے وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ ایک شخص نے حکیم الامت کو لکھا کہ ایسا وظیفہ بتایئے کہ ہر وقت بلا ارادہ زبان سے اللہ اللہ نکلتا رہے۔ فرمایا کہ توبہ کرو اس بات سے۔ اس لئے کہ بے ارادہ زبان سے اللہ نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجبور ہوگئے اور ثواب ملتا ہے اپنے اختیار سے اللہ کو یاد کرنے سے۔ جب مجبوراً اللہ کہو گے اور تمہارا اختیار ہی نہ رہے گا تو ثواب کیا ملے گا ذکر کا۔ تو ذکر کا حاصل ہے نعمت دینے والے کے ساتھ مشغول ہونا **فان حاصل الشکر الاشتغال بالنعمة** اور شکر کا حاصل ہے نعمت کے ساتھ مشغول ہونا **فالمشتغل بالمنعم افضل بالمشتغل بالنعمة** جو منعم کے ساتھ مشغول ہے وہ نعمتوں میں

مشغول ہونے والے سے افضل ہے، اس لئے ذکر کو مقدم فرمایا۔ اسی لئے جنت میں مشغولی سے پہلے اللہ والوں سے ملنے کا حکم ہوا۔ یہ تفسیر روح المعانی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ والوں سے گھبراتے ہیں ان کے جنتی ہونے میں خطرہ ہے، ان کو ذوق جنت حاصل نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پہلے میرے عاشقوں سے ملو۔

تین پیاری سنتیں جن سے لوگ غافل ہیں

اور سرور عالم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کی محبت مانگی تو ساتھ ہی اللہ والوں کی محبت بھی مانگی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ اے خدا میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں۔ تو اللہ کی محبت کا سوال کرنا بھی سنت پیغمبر ہے اور بخاری شریف کی اس حدیث سے یہ سنت ثابت ہے۔ لہٰذا اس سنت کو بھی ادا کرنا چاہئے اور آگے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ اور اے خدا جو آپ سے محبت کرتے ہیں میں ان کی محبت کا بھی سوال کرتا ہوں۔ تو اللہ والوں کی محبت مانگنا بھی سنت ہے۔ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ اور جس عمل سے آپ کی محبت بڑھتی ہے ان اعمال کی توفیق بھی مانگتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ ایسے اعمال کی توفیق مانگنا بھی سنت ہے۔

محبت الٰہیہ کی مقدار

لیکن محبت کی مقدار کیا ہونی چاہئے تو حضور ﷺ نے وہ مقدار بھی مانگی ہے جس طرح جمبو کا پٹرول اور ایر بس کا پٹرول الگ ہوتا ہے اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا ولی اللہ بنانا چاہتا ہے اس کو کیفیت بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ پرواز کی طاقت کمیت سے نہیں ہوتی کیفیت سے آتی ہے۔ دیکھئے ریل کی کمیت ہوائی جہاز کی کمیت سے زیادہ ہوتی ہے۔ ریل کراچی سے جدہ آئے تو مہینے لگ جائیں گے اور جمبو ساڑھے تین گھنٹہ میں پہنچ جاتا ہے ۔ تو اللہ والوں کی عبادت کی مقدار سے اپنی مقدار کا توازن مت کرو کیوں کہ جس کیفیت سے وہ عبادت کررہے ہیں وہ کیفیت تم کو حاصل نہیں۔ اس لئے شیخ العرب و العجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف کی دو رکعات غیر عارف کی ایک لاکھ رکعات سے افضل ہیں کیونکہ جس درد دل سے وہ اللہ کا نام لیتا ہے غیر عارف کو وہ درد دل حاصل نہیں، وہ محبت حاصل نہیں۔ اس لئے سرور عالم ﷺ نے بخاری شریف کی اس حدیث کی دوسری سطر میں محبت کی مقدار مانگی ہے کہ محبت کتنی ہونی چاہیے۔

اللہ کی محبت اپنی جان سے زیادہ ہونی چاہیے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ

اے خدا اپنی محبت مجھ کو اتنی دے دے کہ میری جان سے زیادہ آپ مجھے پیارے معلوم ہوں۔ سبحان اللہ ! کیا پیارا مضمون ہے۔ سرور عالم ﷺ نے جو مانگا وہ سنت ہے ۔ آپ کا ہر چلن، آپ کی ہر دعا، آپ کی ہر آہ سب سنت ہے۔ تو اللہ کی محبت مانگنا بھی سنت ہوا لہٰذا یہ بھی مانگو ورنہ تارک سنت ہوجاؤ گے۔ حضور ﷺ مانگ رہے ہیں اور آپ کو تو محبت کی یہ مقدار حاصل تھی، آپ مانگ کر امت کو سکھا رہے ہیں کہ اے اللہ ہم کو اپنی محبت اتنی زیادہ دے دے کہ اپنی جان سے زیادہ ہم آپ کو پیار کریں یعنی اگر ہماری جان کسی نامحرم عورت کو دیکھنے سے خوش ہوتی ہے تو آپ کو خوش کرنے کے لئے ہم اپنی جان کو غمگین کرلیں مگر بدنظری کرکے آپ کو ناخوش نہ کریں ۔تب معلوم ہوگا کہ اب اللہ جان سے زیادہ محبوب ہوگیا جیسے دو آدمی آئے کہ ہم کو ووٹ دینا اور دونوں آپ کے دوست ہیں۔ تو جس کی زیادہ محبت ہوگی ووٹ اسی کو دوگے۔ نفس حرام خواہش کرتا ہے یعنی demand کرتا ہے کہ اس نامحرم عورت کو دیکھ لو یا اس حسین لڑکے کو دیکھ لو اب اگر آپ نے نفس کی ڈیمانڈ نہیں مانی تو آپ نے اللہ کو ووٹ دیا اور اگر نفس کی بات مان لی تو آپ نے نفس کو ووٹ دے دیا۔ معلوم ہوا کہ ابھی نفس کی محبت اور اپنی جان کی محبت اللہ کی محبت سے زیادہ ہے اور آپ کا یہ عمل بالکل عشق کے خلاف ہے لہٰذا آج سے

ہم سب ارادہ کرلیں کہ جان کی بازی لگادیں گے مگر اللہ کو ناراض کرکے حرام مزہ اپنے اندر نہیں آنے دیں گے ؎

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

اور واللہ اس بلد امین میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ اللہ کو ناخوش نہیں کریں گے اور اللہ کو خوش کرکے اپنی حرام خوشیوں کا خون کردیں گے تو اس کا خوں بہا خود اللہ کی ذات کو پائیں گے، آپ کے دل میں اللہ اپنی تجلیات خاصہ سے متجلی ہوگا اور اتنا مزہ پائیں گے کہ دونوں جہان بھول جائیں گے۔ میرا ہی شعر ہے ؎

وہ شاہ دوجہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

یہی وجہ ہے کہ اللہ والے فروخت نہیں ہوتے کیونکہ ان کے قلب میں دونوں جہان سے زیادہ مزہ ہے اور آدمی بہتر کو پاکر کمتر سے فروخت نہیں ہوتا، سورج کو پاکر ستاروں سے نہیں بک سکتا۔

لذتوں کی تین اقسام

اسی لئے میں لذتوں کی شراب کی تین قسمیں بیان کرتا ہوں۔
ایک تو دنیا کی شراب ہے جو نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے یعنی دنیا نہیں

تھی پھر پیدا ہوئی اور قیامت کے دن ختم ہوجائے گی ۔ تو لذات دنیویہ کی شراب تو اس قابل بھی نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے اور جنت کی شراب ابدی ہے مگر ازلی نہیں کیونکہ جنت نہیں تھی پھر پیدا کی گئی ، لیکن اب کبھی فنا نہیں ہوگی لہٰذا جنت میں ابدیت تو ہے لیکن شان ازلیت سے محروم ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے اس لئے جب بہتر والی منہ کو لگ جاتی ہے تو کمتر والی منہ کو نہیں لگتی۔

عاشقوں کو اللہ تعالیٰ جنت سے زیادہ محبوب ہیں

اسی لئے اہل اللہ جنت سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں۔ وہ نیک عمل جنت کے لئے نہیں،اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں اور گناہوں سے دوزخ کے خوف سے نہیں بچتے، اللہ کی ناراضگی کے خوف سے بچتے ہیں۔ اسی لئے سرور عالم ﷺ نے اللہ کی رضا کو جنت پر مقدم فرمایا اور اللہ کی ناراضگی کے خوف کو دوزخ پر مقدم فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ
وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ

حدیث میں ہے کہ جب اللہ کا دیدار نصیب ہوگا تو اس وقت کسی جنتی کو جنت کا تصور تو کیا وسوسہ اور خیال بھی نہیں آئے گا۔ اتنے

پیارے ہیں اللہ تعالیٰ کہ ان کے سامنے نہ جنت ، نہ جنت کی کوئی نعمت ،نہ جنت کی کوئی حور یاد آئے گی کیونکہ خالق حور سامنے ہوگا ۔

وہ سامنے ہیں نظام حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

اللہ کے سامنے ہوتے ہوئے جنت کیا بیچتی ہے اور کیا حقیقت رکھتی ہے ۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

لہٰذا جو دنیا ہی میں اللہ کو پاجاتا ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔

سیدالانبیاءﷺ کا عالمِ قربِ خاص

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہجد کے وقت سرور عالمﷺ کے پاس حاضر ہوئیں ، آپ پانچ پانچ پارے ایک ایک رکعت میں پڑھتے تھے کہ پنڈلیاں سوج جاتی تھیں۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی توثیق کی ہے کہ یہ بالکل صحیح روایت ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا من انتِ تم کون ہو؟ آہ کوئی تو مزہ پایا آپ کی جان پاک مصطفویﷺ نے کہ اس قدر قریب ، رات دن ساتھ رہنے والی ام المؤمنین کو نہیں پہچانا اور فرمایا کہ تم کون ہو؟ حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اَنَاعائِشَۃُ میں عائشہ ہوں ۔ فرمایا مَنْ عَائِشَه؟ عائشہ کون ہے۔ عرض کیا بِنْتُ اَبُوبَکْرٍ ابو بکر کی بیٹی ! آپ نے فرمایا مَنْ اَبُوْبَکْرٍ ابو بکر کون ہے؟ عرض کیا اَبْنُ اَبِیْ قُحَافَه جب ابو بکر تک کو بھی آپ نے نہیں پہچانا تو ابوقحافہ کا نام لیا کہ میں ان کی پوتی ہوں۔ فرمایا مَنْ اَبُوْقُحَافَه ابوقحافہ کون ہیں؟ تب آپ خوفزدہ ہوکر واپس چلی گئیں کہ یا اللہ رات دن میرا ساتھ ہے اور آپ ﷺ مجھے نہیں پہچان رہے ہیں ۔

نمود جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

اس کے بعد جب آپ تہجد سے فارغ ہوئے تو اپنی روح مبارک کو عرش اعظم سے مدینے شریف کی زمین پر اتارنے کے لئے تاکہ مسجد نبوی میں امامت کے فرائض انجام دے سکیں آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کچھ گفتگو فرماتے کَلِّمِیْنِیْ یَاحُمَیْرَا اے عائشہ مجھ سے کچھ باتیں کرو۔ مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں یہ وہ عام گفتگو نہیں تھی جو میاں بیوی کرتے ہیں بلکہ جس طرح جہاز بلندی سے آہستہ آہستہ رن وے پر اترتا ہے اسی طرح آپ اپنی روح کو عرش اعظم سے مدینہ شریف کی سرزمین پر لانے کے لئے اور مسجد نبوی میں امامت کے فرائض ادا کرنے کے لئے یہ گفتگو

فرماتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کو افاقہ ہو اور آپ نے نزول فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ لِیْ وَمَعَ اللہِ وَقْتٌ الخ میرے اور اللہ کے درمیان بعض مخصوص اوقات ہوتے ہیں اور مجھے اس وقت ایسا قرب نصیب ہوتا ہے جہاں جبرئیل علیہ السلام کا بھی گذر نہیں ہو سکتا۔

حضرت مرشد پھولپوریؒ کا واقعہ

سید الانبیاء ﷺ کا کیا کہنا جبکہ آپ کے ادنیٰ غلاموں کا یہ حال ہے کہ میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحبؒ تین بجے رات سے اٹھ کر پانچ گھنٹے عبادت کر چکے تھے، آٹھ بجے صبح ایک آدمی آیا اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دستخط کردیجئے، آپ کی زمینداری کے یہ کاغذات اعظم گڑھ کی عدالت میں پیش کرنا ہیں۔ پانچ گھنٹے کی عبادت اور عبادت بھی کیسی کہ روئے زمین پر میں نے کسی کو ایسی عاشقانہ عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دور تک رونے کی آواز جاتی تھی۔ رات کو پورا قصیدہ بردہ اور ساتوں منزل مناجات مقبول کی اور بارہ تسبیح کا ذکر اور تہجد کی نماز اور ہر دو رکعات کے بعد اللہ سے بے تحاشا اس طرح روتے تھے جیسے بچہ اپنی ماں سے لپٹ جائے۔ حضرت نے پہلے تو بہت سوچا کہ میرا نام کیا ہے لیکن

سوچتے سوچتے جب اپنا نام یاد نہیں آیا تو ماسٹر عین الحق صاحب سے جو کاغذات لے کر آئے تھے پوچھا کہ میرا نام کیا ہے ؟ ماسٹر عین الحق صاحب کو ہنسی آگئی تو حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بتاتے کیوں نہیں میرا کیا نام ہے ۔ تب ماسٹر صاحب ڈر گئے اور عرض کیا آپ کا نام عبدالغنی ہے پھر حضرت نے کاغذ پر دستخط فرمائے اور ماسٹر عین الحق صاحب جلدی سے کاغذات لے کر ڈر کے مارے بھاگے کہ نہ معلوم آج کیا معاملہ ہے۔ میرے شیخ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ

لیں من مور لبدھ گئے تو ہیں

اے اللہ آپ کے نام میں میرا دل اس طرح چپک گیا کہ

سمرن نام بسر گئے موہیں

کہ اے میرے محبوب مجھے اپنا نام بھی یاد نہیں رہا۔ ایسی شخصیت کا اختر غلام ہے الحمد للہ تعالیٰ و لا فخر یا ربی۔

مقدار محبت کا پہلا جز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی جو مقدار مانگی اس کا پہلا جز یہ ہے جو بیان ہوگیا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ اے اللہ اپنی محبت مجھ کو میری جان سے زیادہ دے دے اور جب یہ محبت

ہمیں عطا ہوجائے گی تو ہم اللہ کو ناخوش کر کے اپنی جان کو خوش نہیں کریں گے اور اس کا انعام یہ ہے جو ابھی بیان ہوا کہ دنیا ہی میں ایسا مزہ پائیں گے کہ دونوں جہان کی لذت کو بھول جائیں گے۔

مقدار محبت کا دوسرا جز

اور محبت کی مقدار کا دوسرا جز جو آپ ﷺ نے مانگا وہ کیا ہے؟ وَ مِنْ اَهْلِیْ اور اتنی محبت دے دے کہ میرے بیوی بچوں سے زیادہ مجھے آپ کی محبت ہو۔

مقدار محبت کا تیسرا جز

اور وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ اور اے خدا اپنی محبت مجھے اتنی دے دے کہ ٹھنڈے پانی سے پیاسے کو جو مزہ آتا ہے اس سے زیادہ مجھے آپ کی محبت ہو۔ پوچھو میر صاحب سے کہ ٹھنڈے پانی میں کتنا مزہ آتا ہے ان کو۔ یہ پانی میں برف نہیں ڈالتے، برف میں پانی ڈالتے ہیں۔ اگر ٹھنڈا پانی نہ ملے تو ان کو قے ہونے لگتی ہے۔ بس جب اللہ سے محبت ہوجائے گی تو غیر اللہ سے قے ہونے لگے گی۔ اے اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں دعائیں ہمارے حق میں قبول فرمالے کہ اے خدا ہم آپ سے آپ کی محبت مانگتے ہیں آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتے ہیں اور ان اعمال کی محبت مانگتے ہیں کہ جن سے آپ کی محبت ملتی ہے اور محبت کتنی ہونی چاہئے کہ

آپ ہمیں ہماری جان سے زیادہ اور ہمارے اہل و عیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ پیارے ہو جائیں۔

محبت کی مطلوبہ مقدار کیسے حاصل ہو؟

لیکن محبت کی یہ مقدار کہاں سے ملے گی جس سے ہم اللہ والے ہو جائیں، تو ایک بات سن لیجئے ، بہت درد دل سے کہتا ہوں کہ امرود ملتا ہے امروذ والوں سے ، آم ملتا ہے آم والوں سے ، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے ،مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے ، کباب ملتا ہے کباب والوں سے، اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے، کسی دلیل کی اس میں ضرورت نہیں ہے۔ ایک لوہے نے پارس پتھر سے پوچھا کہ سنا ہے جو لوہا آپ سے متصل یعنی ٹچ (Touch) ہو جاتا ہے وہ سونا بن جاتا ہے اس کی کیا دلیل ہے ؟تو پارس پتھر نے ہنس کر کہا کہ دلیل مت پوچھو مجھ سے ٹچ ہو کے دیکھ لو۔ اسی طرح صدق دل سے اللہ والوں کے ساتھ رہ کے تو دیکھو کہ ان کی صحبت سے کیا ملتا ہے ؟ ارے عطائے عشق بھی ہوگا، بقائے عشق بھی ملے گا اور ارتقائے عشق بھی عطا ہوگا۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔

علامہ آلوسی کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ خَالِطُوْھُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ اللہ والوں کے ساتھ اتنی زیادہ مدت تک رہو کہ تم بھی اللہ والے بن جاؤ۔ سائنس کی رو سے دیسی آم کی

لنگڑے آم کے ساتھ اتنے عرصہ تک پیوند کاری واجب ہے کہ دیسی آم لنگڑے آم میں تبدیل ہوجائے۔اسی لئے سائنسداں دیسی آم کی پٹی لنگڑے آم کے ساتھ کس کے باندھتے ہیں تاکہ لنگڑے آم کی سیرت دیسی آم میں منتقل ہوجائے۔ اسی طرح جتنا قوی تعلق کسی اللہ والے سے ہوگا اتنا ہی زیادہ قوی دین آپ کے اندر آجائے گا اور ہمت شیرانہ آپ میں منتقل ہوجائے گی اور لومڑیانہ خصائل ختم ہوجائیں گے۔ پھر اگر سارے عالم میں منتخب دنیا کی سب سے بڑی حسینہ بھی سامنے آجائے لیکن اگر وہ اللہ کے سچے عاشقوں کا تربیت یافتہ ہے تو مجال نہیں کہ اس پر نظر ڈالے۔وہ اپنے دل کا خون کرلے گا، اپنی آرزوؤں کا خون کرلے گا لیکن نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا کیونکہ اسی خون آرزو کا خوں بہا وہ اللہ کی ذات کو پا رہا ہے۔ جب تم نظر لیلیٰ سے بچاؤگے تو دل میں مولیٰ کو پاؤگے ۔جنت تو ادھار ہے لیکن مولیٰ ادھار نہیں ،مولیٰ تمہیں نقد ملے گا یعنی ایمان کی حلاوت اسی وقت دل میں پاؤگے۔ غرض اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے اور اللہ والوں کی سیرت اور ان کی صفات ، ان کا تقویٰ اور ان کا درد محبت منتقل ہوجاتا ہے۔

وصول الی اللہ کی شرط

لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ کو پانے کی نیت بھی ہو۔خالی پیر کے

دسترخوان پر مال اڑانے کی نیت نہ ہو۔ بعض اسی نیت سے آتے ہیں کہ سنتے ہیں کہ خانقاہوں میں بریانی وغیرہ ملتی ہے، چلو مال اڑائیں چنانچہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک شخص آیا اور ایک ہی مجلس کے بعد اس نے کہا کہ واللہ میری روح تو عرش تک پہنچ گئی، آپ نے تو فرشی کو عرشی بنا دیا ۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کے کلام میں اخلاص کی خوشبو نہیں ملی، ایسا محسوس ہوا کہ یہ پکا دنیا دار ہے اور مال اڑانے کے لئے آیا ہے۔ تو حضرت نے میزبان سے کہا کہ آج جو کی روٹی اور ارہر کی ابلی ہوئی دال پکانا اور چٹنی بھی نہ رکھنا۔ امتحان میں ممتحن کو بھی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس نے جب ارہر کی دال اور جو کی روٹی دیکھی تو حضرت اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے کہ دیکھیں اس کے چہرے پر کیا کیا رنگ تبدیل ہوتے ہیں، مایوسی اور صدمہ سے نڈھال معلوم ہونے لگا۔ پھر میزبان سے تنہائی میں فرمایا کہ رات کے کھانے پر بھی یہی جو کی روٹی اور دال ہوگی، کچھ اور نہیں ہوگا، نہ بریانی نہ پلاؤ، میرا حکم چلے گا۔ اب دوسرے دن دوپہر کو بھی پھر وہی روٹی اور وہی دال تھی اور رات کو سوچا کہ شاید اب بریانی مل جائے لیکن دیکھا تو وہی دال۔ جب دیکھا کہ یہاں تو دال نہیں گلے گی تو ٹھیک بارہ بجے رات کو عرشِ اعظم سے فرش پر اتر آیا اور بستر لے کے بھاگ گیا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کی تقریر

سے تو میری روح عرش اعظم پر پہنچ گئی ۔وہ سمجھتا تھا کہ اللہ والے ایسے ہی بے وقوف ہوتے ہیں، انہیں خوب بے وقوف بنالو۔ یہ احمق نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول کرتا ہے اس کو عقل و فراست بھی دیتا ہے ۔ ان کو کیا معلوم کہ اللہ والوں کی فراست کیا ہوتی ہے۔

اور حضرت نے ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک نیا مرید آیا اور کہا کہ حضرت مجھے دبانا بہت اچھا آتا ہے ،کہا کہ اچھا دیکھوں کیسا دباتا ہے۔ دبانے میں واقعی ماہر تھا ، ایسا دبایا کہ حضرت کو سلادیا ۔جب حضرت کو خوب گہری نیند آگئی تو سارا پیسہ حضرت کی جیب سے نکال کر ایک دو تین ہوگیا۔ حضرت کی جب آنکھ کھلی تو فرمایا کہ یہ دبوانا تو بڑا مہنگا پڑا اور فرمایا کہ پیر کو مریدوں کے چکر میں جلدی نہیں آنا چاہئے، کافی دن آزمائش کرنی چاہئے۔

محرومی کے دو سبب

غرض جو لوگ اللہ والوں کے ساتھ اخلاص سے نہیں رہتے محروم رہتے ہیں۔ اسی طرح جو اللہ والوں سے استغنا برتتے ہیں کہ صاحب ہمیں کیا ضرورت ہے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے کی، ہم خود بخاری پڑھاتے ہیں تو ایسے مولوی صاحب کی امت کی نگاہوں میں کوئی عزت نہیں ہوتی، وہ مولوی صاحب نہیں مولی صاحب ،

گاجر صاحب ہیں کیونکہ ان کے علم و عمل میں فاصلے ہیں۔ مولوی وہ ہے جو مولیٰ والا ہو جیسے لکھنوی اس کو کہتے ہیں جو لکھنؤ والا ہو۔ اصل مولوی وہ ہے جس کو نسبت ہو مولیٰ سے، جس نے کسی اللہ والے کی صحبت اٹھائی ہو، اہل اللہ سے پیوندکاری کی ہو۔ جو دیسی آم الگ رہتا ہے اور لنگڑے آم سے ملاقات نہیں کرتا بلکہ مذاق اڑاتا ہے، توہین کرتا ہے اور اپنے منہ سے کہتا ہے کہ میں خود لنگڑا آم ہوں، آؤ میرے ساتھ رہو، میری مجلس میں بیٹھو، مجھ سے پیوندکاری لو۔ تو اس سے پوچھو کہ آپ نے کس لنگڑے آم سے پیوندکاری کی ہے؟ آپ مربی بننے کے شوق میں جو پاگل ہو رہے ہیں تو یہ بتایئے کہ آپ مربہ بھی بنے ہیں کہ نہیں۔ پہلے مربہ بنتا ہے پھر مربی ہوتا ہے۔ تو کس مربی کی تربیت آپ نے اٹھائی ہے، آپ کس کے تربیت یافتہ ہیں۔ میں کیسے آپ کو لنگڑا آم سمجھ لوں، آپ تو لنگڑے آم کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور اس کی غیبت کرتے رہتے ہیں۔ پہلے آپ کسی لنگڑے آم کی صحبت اٹھایئے اور لنگڑا آم بن جایئے، پھر آپ کو کہنا نہیں پڑے گا کہ میں لنگڑا آم ہوں، لوگ آپ کی خوشبو سے خود آپ پر فدا ہو جائیں گے۔ ورنہ لاکھ تقریریں کیجئے کچھ اثر نہ ہوگا۔ میرے شیخ اول شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس عالم نے اللہ والوں کی صحبت نہیں اٹھائی اور ان کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ نہیں کیا اس کی

گفتگو میں بھی اثر نہیں ہوتا۔ جب یہ خود مست نہیں تو دوسروں کو کیا مست کرے گا اور میرے شیخ اس کی مثال دیتے تھے کہ کچا قیمہ پیس کر اس میں کباب کے سارے اجزا ڈال دو اور ٹکیہ بنا کر رکھ دو اور لکھ دو کہ یہ شامی کباب ہے مگر اسے مجاہدہ سے نہیں گذارا گیا اور آگ پر رکھ کر سرسوں کے تیل میں تلا نہیں گیا تو اس کی صورت تو شامی کباب کی سی ہوگی لیکن سیرت نہ ہوگی اور اس میں وہ خوشبو بھی نہیں آئے گی جو کباب میں ہوتی ہے اور جو کوئی کھائے گا تھو تھو کرے گا اور کہے گا کہ یار ہم نے تو مولانا لوگوں کی بڑی تعریف سنی تھی مگر ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں بھی نہ نکلا

لیکن اسی کچے کباب کو کڑھائی میں ڈال کر نیچے سے آگ لگائی جائے اور تیل میں تلا جائے اب جو اس کی خوشبو پھیلے گی تو کافر بھی کہے گا کہ ؎

بوئے کباب مارا مسلماں کرد

اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مسلمان کرڈالا۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سولہ سترہ سال کا ایک ہندو لڑکا مسلمان ہوگیا اور جونپور میں علم دین پڑھنے آیا جہاں میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سولہ

اسباق پڑھاتے تھے اور سب مشکوٰۃ جلالین سے اوپر کی کتابیں تھیں۔ میرے شیخ بہت بڑے عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے لئے انتخاب ہوا تھا تو فرمایا کہ مدرسہ میں طلباء کی دعوت میں گائے کا کباب آیا۔ اس بے چارے نے کہاں گائے کا کباب کھایا تھا کیونکہ ہندو گائے کا گوشت کہاں کھاتے ہیں۔ اس کو تو مزہ آگیا۔ جب اس کو کئی دن گائے کا گرم گرم کباب نہیں ملا تو وہ تتلا تھا، اپنی تتلی زبان میں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یار تم لوگ ہر وقت کتاب ہی لئے پھرتے ہو یا کہیں دعوت داوت بھی ہے کہ گائے کا کباب ملے۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ علم درس نظامی جس نے حاصل کرلیا اس کی مثال اسی کچے قیمہ کے کباب کی سی ہے جس میں کباب کے تمام مسالے اور اجزا پڑے ہوئے ہیں اور اس کی دستاربندی بھی کردی گئی کہ آج تم شامی کباب ہوگئے لیکن ابھی نہ یہ خود مزہ پائے گا، نہ اس کے پاس بیٹھنے والے مزہ پائیں گے جب تک اس کو مجاہدہ کی آگ پر تلا نہ جائے گا۔ لہٰذا اب یہ کسی بزرگ کے پاس جائے اور ان کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرے اور گناہوں سے بچنے کا غم اٹھائے یہاں تک کہ اس مجاہدہ سے اس کا دل جل کر کباب ہوجائے ۔اب اس کے علم کی خوشبو سارے عالم میں پھیل جائے گی۔

صحبت اہل اللہ کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ارشاد

مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادی کی جب بخاری شریف ختم ہوئی تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مخاطب کر کے بخاری شریف پڑھنے والوں سے فرمایا کہ آج بخاری شریف ختم ہوگئی ، آج تم عالم ہوگئے مگر بخاری شریف کی روح جب حاصل ہوگی جب چھ ماہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو گے ، پھر تمہیں درد بھرا دل عطا ہوگا ، اپنے علم پر عمل نصیب ہوگا اور علم کی حلاوت ملے گی اور تمہارے منہ سے جو علم نکلے گا جادو بیانی کے ساتھ نکلے گا۔ پھر جوش میں فرمایا کہ اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرات بادشاہوں کے تاجوں کے موتیوں سے افضل ہیں۔ یہ جملہ علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

صحبت اہل اللہ کے متعلق بڑے پیر صاحب کا ارشاد

اب بڑے پیر صاحب شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ سنئے جو میں نے اپنے بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ اے علماء دین جب پڑھ کر عالم ہوجاؤ تو فوراً مسجد کے منبر کو نہ سنبھالو۔ چھ مہینے کسی اللہ والے کی خدمت میں رہ پڑو ، جب نفس مٹ جائے گا پھر منبر تمہارا منبر ہوگا ، تقریر تمہاری

تقریر ہوگی ، تمہادے کلام میں اللہ اثر ڈال دے گا اور ایک عالم تم سے فیض یاب ہوگا۔

کلام موثر کس کو عطا ہوتا ہے؟

دل جتنا جلا بھنا ہوگا ، جتنا زیادہ متقی ہوگا اس کی زبان میں اسی قدر اثر ہوگا۔ اسی لئے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحاً دنیا میں اس سے بہتر کوئی گفتگو نہیں ہے جو اللہ کی طرف بلا رہا ہو ،دنیا بھر کے حسینوں سے یہ حسین تر ہے لیکن وعمل صالحاً صالح عمل بھی کررہا ہو ،فاسقانہ عمل نہ کررہا ہو ۔ نافرمانی کے ساتھ دعوۃ الی اللہ جائز تو ہے مگر اثر نہیں ہوگا۔ ایک بوڑھی نے ایک شیخ سے کہا کہ میرا بیٹا گڑ بہت کھاتا ہے تو بزرگ نے کہا کہ اسے کل لے کر آنا ،جب کل آئی تو کہا بیٹے گڑ کم کھایا کرو تو بڑھیا کو غصہ آگیا کہ کل ایک میل سے ہم آئے تھے ،اتنی بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے اور آج ایک میل پھر دوڑایا۔ انہوں نے کہا کہ بڑھیا سن! کل تک میں بھی بہت گڑ کھاتا تھا۔اگر کل میں گڑ کھانے کو منع کرتا تو زبان میں اثر نہ ہوتا کیونکہ کل تک میں خود بے عمل تھا۔ جو عمل کرتا ہے اس کی زبان میں اللہ تعالیٰ تاثیر ڈالتا ہے، جو دل اللہ کے لئے تقویٰ کا غم اٹھاتا ہے وہ جب دوسروں کو کہتا ہے کہ اللہ کو خوش رکھو اور اللہ کو ناخوش

کر کے حرام لذت کو اپنے اندر نہ لاؤ چاہے دل جل جل کر کباب ہو جائے تو اس کی بات میں اثر ہوتا ہے جس سے دوسروں کو بھی عمل کی توفیق ہو جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب دل جل کر کباب ہوتا ہے تب ہی ایمان خوشبودار ہوتا ہے کافر بھی آپ کو دیکھ کر پہچان جائے گا کہ یہ کوئی اللہ والا ہے ورنہ اگر عالم بھی ہے لیکن اللہ والوں سے بے تعلق ہے تو اللہ والا نہیں ہو سکتا کیونکہ عالم اصلی وہی ہے جو اللہ والا ہو۔

اہل ذکر سے کون لوگ مراد ہیں؟

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ اگر تم مسائل نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو۔ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اَلْمَرَادُ بِاَهْلِ الذِّكْرِ الْعُلَمَاءُ یہاں اہل ذکر سے مراد علماء ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ لا تعلمون والوں کو حکم ہو رہا ہے کہ تم اہل ذکر سے مسائل شرعیہ پوچھو جس سے معلوم ہوا کہ اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں کیونکہ اگر وہ لا یعلمون ہے تو لا تعلمون لا یعلمون سے کیسے پوچھے گا۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو اہل ذکر سے اس لئے تعبیر کیا کہ اے علمائے دین ہم نے تمہارا نام اہل ذکر رکھا ہے، تم اگر ہم سے غافل

ہو گے تو غضب کرو گے اور ہمارے عطا فرمودہ نام کی بے قدری کرو گے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب تک کسی اللہ والے کی صحبت نہیں اٹھاتا ،عالم بھی اللہ کو یاد نہیں کرتا۔ اور جب کسی اللہ والے کی صحبت میں جاتا ہے تو نورٌ علیٰ نور ہوجاتا ہے، ایک علم کا نور دوسرے عمل کا نور۔ لہٰذا جب دیکھو کہ کوئی گنہگار اور غافل اللہ والا ہو گیا تو اب اسے طعنہ نہ دو کہ یہ پہلے ایسا تھا۔

اہل اللہ کے تربیت یافتہ کی مثال

تلی کا تیل جب گلاب کے پھولوں کی صحبت سے روغن گل ہوگیا تو اب ماضی بعید کو مت دہراؤ کہ پہلے یہ تلی کا تیل تھا ۔

روغن گل روغن کنجد نہ ماند

گلاب کی صحبت میں رہ کر اس نے مجاہدہ کیا ہے اس لئے اب جو تیل نکلا ہے یہ گل روغن ہے ،اس کو اگر اب تلی کا تیل کہو گے تو ہتکِ عزت کا دعویٰ دائر کردے گا۔ اسی طرح دیسی آم جب لنگڑے آم کی صحبت میں لنگڑا آم بن گیا تو اس کو اب دیسی آم نہ کہو ورنہ عزت ہتک کا مقدمہ تم پر چل جائے گا۔ اب یہ لنگڑا آم ہے۔ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ دیسی آم لنگڑے آم کی صحبت سے لنگڑا آم بنتا ہے لیکن دیسی دل اللہ

والوں کی صحبت سے لنگڑا دل نہیں تگڑا دل بنتا ہے اور ایسا تگڑا دل بنتا ہے کہ خود بھی استقامت سے رہتا ہے اور دوسروں کی استقامت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت خوش رکھتا ہے، اللہ کی ناخوشی سے بچنے کے لئے اپنے خوشیوں کا خون کرتا رہتا ہے اور خوش رہتا ہے اگرچہ اندر دریائے خون کیوں نہ بہہ رہا ہو ؎

یہ تڑپ تڑپ کے جینا ✿ لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا ✿ یہی میرا طور سینا
میری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

انعامِ خونِ آرزو

یہ نہ سمجھو کہ اولیاء اللہ کے سینے میں دل نہیں یا دل ہے تو اس میں جذبات نہیں یا جذبات ہیں تو ان میں کیفیات نہیں، ان کا دل اور زیادہ حساس ہوتا ہے بوجہ لطیف ہونے کے۔ اللہ کے نام کی برکت سے وہ لطیف المزاج ہوتے ہیں، ان کے لطیف احساس کا تھرمامیٹر ایک اعشاریہ حسن بھی اپنے اندر محسوس کرلیتا ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی نظر بچاتے ہیں اور خونِ آرزو کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا دل پورا ایک دریائے خون ہوتا ہے جس کا انعام یہ ہے کہ ان کے قلب کے ہر افق سے اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے بے

شمار آفتاب طلوع کرتا ہے اور ان کو وہ لذت ملتی ہے جس کے سامنے دونوں جہان کی لذتیں ہیچ ہیں۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر اللہ کو حاصل کرلو ، سارے جہان کی نعمتیں بھول جاؤگے ، شامی کباب اور بریانی بھول جاؤگے، ان کے نام میں جو مزہ ہے اس کی کوئی مثل نہیں ۔ جو اللہ سارے عالم کو مزہ دیتا ہے ، جو مرغ میں لذتِ مرغ دیتا ہے ، جو دونوں جہان کی لذتوں کا خالق ہے وہ خود کیسے بے لذت ہوگا اور ان کی لذت قرب کبھی منقطع نہیں ہوتی، یہ لذت ہر وقت ان کے عاشقوں کو حاصل ہے ۔

قرب دوام اللہ کے علاوہ کسی سے حاصل نہیں ہوسکتا

دیکھئے دنیا میں ایک ہی لیلیٰ سے مجنوں پاگل ہوگیا اور اللہ کا کوئی عاشق پاگل نہیں ہوا ۔کیوں ؟ اس لئے کہ عاشق پاگل ہوتا ہے غمِ فراقِ محبوب سے اور اللہ تعالیٰ سے کبھی فراق نہیں۔ فرماتے ہیں :

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

اے میرے عاشقو جہاں بھی تم رہوگے تمہارا مولیٰ تمہارے ساتھ رہے گا، مولائے کائنات کبھی اپنے عاشقوں سے الگ نہیں ہے ، دور نہیں ہے اس لئے عشق مولیٰ میں غم فراق نہیں ہے ، اسی لئے اللہ کا کوئی عاشق آج تک پاگل نہیں ہوا اور مجنوں پاگل

ہوا غمِ فراقِ لیلیٰ سے لیکن اگر مجنوں کو بھی اس زمانے کا کوئی شمس الدین تبریزی مل جاتا تو اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے بدل دیتا۔ ہر زمانے کے شمس الدین تبریزی الگ ہوتے ہیں، ہر زمانہ میں اللہ شمس الدین تبریزی پیدا کرتا ہے۔ عشق تو ایک پٹرول ہے۔ ڈرائیونگ صحیح کرلو اور عشق کے پٹرول سے کعبہ شریف چلے جاؤ، اللہ والوں کے پاس چلے جاؤ اور اللہ کی طرف پہلے ہی قدم سے چین اور اطمینان ملے گا اور اگر ڈرائیونگ غلط کرلی تو یہی پٹرول لیلاؤں تک پہنچا دے گا اور لیلاؤں کے آغازِ حرفِ عشق اور نظر کے زیرو پوائنٹ اور نقطہ آغاز سے آپ کا دل عذاب میں مبتلا ہوجائے گا۔ واللہ کہتا ہوں کہ جتنے نظر باز ہیں ان کے سر پر قرآن شریف رکھ کر پوچھ لو کہ نظر پڑتے ہی بے چینی شروع ہوجاتی ہے یا نہیں کہ آہ یہ مجھے ملی ہوتی بس ہر وقت کاش کاش اور دل ہوگیا پاش پاش اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ، کیا میں تمہارے لئے کافی نہیں ہوں جو مجھے چھوڑ کر بدنظری کرتے ہو۔ اس کے برعکس اللہ والے ہر وقت چین میں ہیں نظر بچا کر حلاوت ایمانیہ کو یعنی اپنے مولیٰ کو اپنے دل میں پاجاتے ہیں اور سکون سے رہتے ہیں اور بدنظری کرنے والے کو بدنظری کے بعد دل میں بے چینی پیدا ہوتی ہے کہ یہ کیسے ملے گی یا کیسے ملے گا؟

بدنگاہی کی حرمت کا ایک دلکش عنوان

لہٰذا ادھر اُدھر دیکھ کر اپنے دل کو تکلیف مت دو کیونکہ ایذائے مسلم حرام ہے اور تم بھی تو مسلمان ہو لہٰذا اپنے دل کو تکلیف دینا بھی حرام ہے۔ یہ ایک نئی بات ہے یا نہیں ؟ ایذائے مسلم سے بدنگاہی کی حرمت کا یہ عنوان اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا۔

بدنظری نصوص قطعیہ سے حرام ہے

بعضے بے وقوف کہتے ہیں کہ ہم نے تو کچھ نہیں کیا، نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا۔ نہ جانے یہ مولوی لوگ ہمیں کیوں اس قدر ڈراتے ہیں۔ مولوی نہیں ڈراتا بلکہ جس اللہ پر ایمان لائے ہو اس کا حکم ہے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اور جس نبی کی نبوت پر ایمان لائے ہو وہ پیارا نبی ﷺ بخاری شریف میں فرمارہا ہے کہ زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ بدنگاہی آنکھوں کا زنا ہے۔ غض بصر محض تصوف کا مسئلہ نہیں ہے اللہ و رسول کا حکم ہے حالانکہ تصوف کا کوئی مسئلہ احکام شریعت کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ وہ تصوف ہی نہیں جو سنت و شریعت کے خلاف ہو۔ پس ظالم ہے وہ شخص جو اس کو صرف تصوف کا مسئلہ کہتا ہے جب کہ سرورِ عالم ﷺ فرمارہے ہیں لَعَنَ

اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ اے اللہ نظر کرنے والے پر اور حرام نظر کے لئے خود کو پیش کرنے والے یا والی پر (مثلاً بے پردہ پھرنے والی عورتوں پر) لعنت فرما یعنی ناظر اور منظور دونوں پر لعنت ہو اور لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دوری۔ بتائیے یہ نص قطعی ہے یا نہیں ؟جب یہ آنکھوں کا زنا ہے تو آنکھوں کے زنا پر لعنت نہ ہوگی؟ اگر یہ معمولی گناہ ہوتا تو رحمۃ للعالمین ﷺ اس کو آنکھوں کا زنا نہ فرماتے اور لعنت نہ فرماتے۔

تمام احکاماتِ الٰہیہ عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں

اور غضِ بصر کا حکم تو عین ہماری انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ جب آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کی بہو بیٹی کو کوئی بری نظر سے دیکھے تو دوسروں کی بہو بیٹیوں کو دیکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

ایک نوجوان آیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھ کو زنا کی اجازت دی جائے۔ آج کل اگر کوئی کسی مولوی سے ایسی بات کہے تو ایک طمانچہ مارے گا لیکن واہ رے پیارے نبی ﷺ! آپ نے فرمایا کہ بیٹھو اور فرمایا کہ تمہاری ماں زندہ ہے ؟عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کہ اگر تمہاری ماں سے کوئی زنا کی اجازت مانگے تو اجازت دوگے؟ اس نے تلوار نکال لی اور کہا کہ میں اسے قتل کردوں گا۔ پھر فرمایا کہ تمہاری کوئی بہن ہے؟ عرض کیا کہ ہے۔ فرمایا کہ اگر

کوئی تم سے اجازت مانگے تمہاری بہن سے زنا کی تو اجازت دو گے ؟ اس نے پھر یہی کہا کہ تلوار سے قتل کردوں گا۔ پھر فرمایا تمہاری خالہ زندہ ہے ، تمہاری پھوپھی زندہ ہے ، آپ نے ہر ایک کا نام لیا تو اس نے ہر ایک پر یہی کہا کہ میں قتل کردوں گا تو آپ نے فرمایا کہ تم جس سے زنا کی اجازت چاہتے ہو وہ کسی کی ماں ہوگی ، کسی کی بیٹی ہوگی ، کسی کی خالہ ہوگی ، کسی کی پھوپھی ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور یہ دعا پڑھی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ اے اللہ اس کے گناہ کو معاف کردے اور اس کا دل پاک کردے اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ فرمادے۔ صحابی کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد سے پھر مجھے کبھی زنا کا وسوسہ بھی نہیں آیا ؎

جی اٹھے مردے تری آواز سے

احمقانہ مرض

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بدنظری احمقانہ مرض ہے، نہ ملنا نہ ملانا بس دل کا تڑپانا کلپانا اور للچانا ۔ لاکھ دیکھ لو لیکن ملے گی نہیں۔ ملے گی وہی جو تمہارے مقدر میں اللہ نے حلال لکھدی ہے ۔ اس لئے یہ حماقت کا مرض ہے۔

بدنظری کے چند طبّی نقصانات

اور صحت الگ خراب ہوجاتی ہے۔ بحیثیت ایک طبیب کے اختر کہتا ہے کہ جو بدنظری کرتا ہے اس کا مثانہ کمزور ہوجاتا ہے جس سے پیشاب بار بار لگے گااور منی رقیق ہوجائے گی جس سے سرعت انزال کی شکایت ہوجائے گی اور بیویوں کے حقوق صحیح ادا نہیں ہوں گے اس لئے انگریزوں کی عورتوں کو ان سے تسلی نہیں ہوتی اور وہاں زنا کے عام ہونے ایک سبب یہ بھی ہے۔ متقی جتنا قوی حق ادا کرسکتا ہے اپنی بیوی کا غیر متقی اتنا ادا نہیں کرسکتا۔ بدنظری سے اعصاب کو گرمی پہنچتی ہے اور ہر گرم چیز قوام کو رقیق کردیتی ہے اس لئے حسینوں کے قریب بھی نہ بیٹھو۔ چاہے نہ دیکھے لیکن جو قریب بیٹھے گا وہ بھی گرم ہوجائے گا۔ دیکھئے اگر گھی کے کنستر کو چادر میں لپیٹ کر آگ کے قریب رکھدو تو چاہے وہ آگ کو نہ دیکھ سکے لیکن گھی پگھل جائے گا اور اٹھنی کو آپ نے کالے کپڑے میں لپیٹ دیا لیکن مقناطیس یعنی میگنٹ کو اُٹھنی کے قریب سے گذارا تو اُٹھنی ناچنے لگے گی۔ پس حسن میں بھی میگنٹ ہے اور عشق میں بھی میگنٹ ہے اس لئے حسن و عشق میں فاصلے ہونا ضروری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ دونوں ایک دوسرے سے مل جائیں اور کشمکش میں مبتلا ہوجائیں۔

حفاظت نظر اور حلاوت ایمانی

حفاظت نظر کا حکم دے کر اللہ نے ہمیں کشمکش سے بچالیا اور سکون سے جینا عطا فرمایا۔اور ہر نظر کے بچانے پر وعدہ ہے حلاوت ایمانی کا اِنَّ النَّظَرَ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَاناً یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نظر ابلیس کا تیر ہے زہر میں بجھایا ہوا جس نے میرے ڈر سے اس کو ترک کیا تو اس کے بدلہ میں اس کو ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پالے گا اور جس نے ابلیس کا یہ تیر کھالیا اس کا کیا حال ہوتا ہے؟

وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَایَصْنَعُوْنَ کی تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَایَصْنَعُوْنَ اللہ تعالیٰ باخبر ہے تمہاری مصنوعات سے۔ جدہ میں مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے یصنعون کیوں فرمایا یعلمون اور یفعلون بھی تو فرماسکتے تھے لیکن نظر بازی کرکے حرام لذت لینے والا کون سی صنعت بناتا ہے ،یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ یہاں میرے پاس کوئی تفسیر نہیں ہے، مسافر ہوں اپنی رحمت سے اس کا مفہوم مجھے عطا فرمائیے۔ تو میرے قلب میں آیا

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

دوسری تفسیر ہے وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِاسْتِعْمَالِ سَائِرِ الْحَوَاسِّ جب تم بدنظری کرتے ہو تو تمہارے حواس خمسہ غیر اللہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ کان سے اس کی گفتگو سننے کو دل چاہتا ہے ،زبان سے اس کو چاٹنے کو دل چاہتا ہے ،ناک سے اس کو سونگھنے کو دل چاہتا ہے ، ہاتھ سے اس کو چھونے کو دل چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہاری اس ڈیزائن سے بھی باخبر ہے۔ تیسری تفسیر ہے وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِتَحْرِيْكِ الْجَوَارِحِ اور تمہارے ہاتھ پیر بھی اس کے چکر میں آجاتے ہیں ،ہاتھ سے اس کو خط لکھنے لگتے ہو اور پیر سے وہاں جانے لگتے ہو وغیرہ اور آخری تفسیر کیا ہے وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا يَقْصُدُوْنَ بِذَالِكَ اس نظر سے جو تمہاری آخری منزل ہے یعنی بدکاری اور بدکاری کے ارادوں اور تمناؤں سے بھی اللہ باخبر ہے کہ تم دل میں کیا سوچ رہے ہو۔

آیت اَلَمْ نَجْعَلْ لَهٗ عَيْنَيْنِ کی تفسیر

ایک کافر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے دل کی بات کیسے معلوم ہوسکتی ہے اور اللہ ہمیں ہر وقت کیسے دیکھتا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اَلَمْ نَجْعَلْ لَهٗ عَيْنَيْنِ کیا اس ظالم کو ہم نے دو آنکھیں

نہیں دیں جس سے وہ دیکھ رہا ہے، سارے عالم کو میں دو آنکھیں دے رہا ہوں اور بھلا میں بے آنکھ والا ہوں؟ کیا پیارا عنوان ہے۔ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ اور اس کے قلب کے مضامین کی ترجمانی کے لئے ہم نے اسے زبان اور ہونٹ دئے تو جب ہم تمہارے دل کا ترجمان تم کو دے سکتے ہیں تو کیا تمہارے دل کے راز سے باخبر نہیں ہوسکتے؟

دور حاضر میں وصول الی اللہ کا طریق

پس جب اللہ تعالیٰ کو ہمارے ظاہر و باطن کی خبر ہے اس لئے دوستو اگر مولیٰ سے رابطہ کرنا ہے تو ان لیلاؤں سے بچنا ہے۔ اپنی بیوی پر قناعت کرو اب کوئی کہے کہ میری بیوی کم خوبصورت ہے، ماں باپ نے غلط جگہ شادی کردی تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، صاحب روح المعانی نے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ہماری بیویوں کو حوروں سے زیادہ حسین کردیں گے۔ چند دن صبر کرلو، پلیٹ فارم کی چائے، گھر کی چائے نہیں ہوتی، بے مزہ ہوتی ہے لیکن پھر بھی پی لیتا ہے کہ سفر میں نزلہ زکام سے تو بچ جائیں گے، گرم پانی ہی سہی گھر چل کر عمدہ چائے پئیں گے۔ تو جیسی اللہ نے دی اس پر گذارا کرلو۔ یہ دنیا پلیٹ فارم ہے اور بعض کے لئے اس میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں جیسے دیکھو جو لا

عقلمند ہوتا ہے وہ اپنے بیٹے کی بہت حسین لڑکی سے شادی نہیں کراتا۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے تو اس باپ نے بتایا کہ پھر یہ اپنی بیوی ہی کو دیکھتا رہے گا، اماں ابا کو نہیں پوچھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ بھی جس کو چاہتے ہیں کہ یہ ہمارا بن کے رہے اس کو حسین بیوی نہیں دیتے تاکہ دین کے کاموں میں لگا رہے اور معتدل رہے، دنیا سے زیادہ دل نہ لگائے۔

اللہ کے نام کی لذت کی تاثیر

میں کہتا ہوں کہ مولیٰ کی یاد میں رہو تو یہ چیزیں یاد بھی نہیں آئیں گی، دل میں ان کی زیادہ اہمیت نہیں رہے گی، اللہ تعالیٰ کے نام میں ایسی لذت ہے جو دونوں جہان کی لذت سے مستغنی کردیتی ہے۔ دیکھو انگور کا ایک کیڑا انگور کھانے چلا مگر انگور کے درخت پر ہرا ہرا پتہ دیکھا اور زندگی بھر اسی سے چمٹا رہا یہاں تک کہ مر گیا اور اسی پتہ پر اس کا قبرستان بن گیا اور انگور سے محروم رہ گیا۔ اگر یہ پتوں کو نظر انداز کرکے آگے بڑھ جاتا تو انگور کا رس پاجاتا۔ اللہ والے بس یہی کام کرتے ہیں کہ جو دنیا کے پتے سے چمٹے ہوئے ہیں ان کی گردن پکڑ کر اور پتہ سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے قرب کے انگور تک پہنچادیتے ہیں، غیر اللہ سے چھڑا کر خالق کائنات سے رابطہ کرادیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان سارے عالم

سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

اہل دل کی صحبتوں سے جو حقیقت بیں ہوا
لذتِ دنیائے فانی کا وہ گرویدہ نہیں

بتاؤ انگور کا رس پینے کے بعد کوئی کیڑا پتہ کھا سکتا ہے ؟ وہ کہے گا میں نے کہاں زندگی ضائع کی۔ اللہ کے قرب کا مزہ چکھنے کے بعد پھر آدمی کہتا ہے کہ آہ کہاں میں نے غیر اللہ پر اپنی زندگی ضائع کی۔ زندگی کا مزہ تو اب آیا ہے اللہ کے نام میں ؎

از لب یارم شکر را چہ خبر
و از رخش شمس و قمر را چہ خبر

میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو یہ شکر کیا جانے اور میرے اللہ کے نور کے مقابلہ میں یہ سورج اور چاند کیا بیچتے ہیں ، یہ تو بھک منگے ہیں میرے اللہ کے۔ اللہ نے روشنی کی ذرا سی بھیک ان کو دے دی تو چمک رہے ہیں اور پھر اِن میں کسوف اور خسوف بھی ہوتا رہتا ہے اور اللہ والوں کے قلب میں جو اللہ کا نور ہے اس پر کبھی گہن نہیں لگتا۔ اگر اللہ والوں کا نورِ باطن اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے تو چاند اور سورج کو گہن لگ جائے کیونکہ ان کے دل میں اللہ کا نور ہے جو فنا و زوال سے پاک ہے۔

اللہ کے نام کی برکت

خطبہ میں جو آیات میں نے پڑھی تھیں اب ان کا ترجمہ کئے دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ اللہ تعالیٰ برکت والا ہے اور اتنا برکت والا ہے کہ جو ان کا نام لیتا ہے اس میں بھی برکت آجاتی ہے۔ اللہ کا نام اتنا مبارک ہے کہ ان کا نام لینے والوں کی تسبیح میں، ان کے لباس میں، ان کے مصلّٰی میں یہاں تک کہ اس مٹی میں بھی برکت آجاتی ہے جہاں وہ سجدے کرتے ہیں۔

اہل اللہ کی بستی اور سامانِ مغفرت

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ سو قتل کے مجرم کو حکم ہوا کہ جاؤ اللہ والوں کی بستی میں جاؤ اس زمین پر تمہاری مغفرت ہوگی۔ اس گناہوں کی زمین پر بھی میں تم کو بخش سکتا ہوں، میری صفت مغفرت یہاں بھی موجود ہے مگر یہاں ظہور نہیں ہوگا۔ ظہور وہاں ہوگا جہاں میرے خاص بندے رہتے ہیں۔ وجود اور چیز ہے ظہور اور چیز ہے۔ لہٰذا وہ قاتل اہل اللہ کی زمین کی طرف چل دیا لیکن بیچارہ راستے ہی میں مر گیا۔ جنت اور جہنم والے فرشتے آگئے۔ جہنم کے فرشتوں اور جنت کے فرشتوں میں اختلاف ہوگیا تو اللہ نے

حکم دیا کہ جاؤ زمین کو ناپ لو۔اگر گناہوں کی زمین قریب ہے تو اسے جہنم میں لے جاؤ اور اگر اللہ والوں کی بستی قریب ہے تو میں اس کو بخش دوں گا۔ جہاں میرے عاشقین رہتے ہیں میں اس زمین کو یہ قیمت دیتا ہوں کہ سو قتل کو معاف کردوں گا۔ اسی لئے بزرگوں نے مشورہ دیا ہے کہ اگر ماضی میں تم نے گنہگار زندگی گذاری ہے تو کچھ دن کسی اللہ والے کی خانقاہ میں چلے جاؤ ،وہاں استغفار و توبہ کرو، تمہاری توبہ جلد قبول ہوگی۔

حدیث پاک میں ہے کہ اِدھر تو اللہ نے پیائش کا حکم دیا اور اُدھر اللہ والوں کی زمین کو حکم دے دیا کہ تَقَرَّبِیْ اے تقرب والی بستی تو قریب ہوجا کیونکہ تجھ پر اہل تقرب رہتے ہیں اور گناہوں کی بستی کو حکم دے دیا تَبَاعَدِیْ تو دور ہوجا کیونکہ تجھ پر اہل بُعد رہتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ اہل اللہ کی زمین ایک بالشت قریب ہوگئی۔

فضل بصورتِ عدل

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴ جلدوں میں بخاری شریف کی شرح فتح الباری عربی زبان میں لکھی ہے۔وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیائش کا حکم دیا اور خاموشی سے اس اللہ والی زمین کو قریب کردیا تو کیا یہ عدل کے

خلاف ہے؟ تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ هٰذَا فَضْلٌ فِیْ صُوْرَةِ عَدْلٍ یہ عدل کی صورت میں فضل تھا اور فضل عدل کے خلاف نہیں ہوتا کیونکہ فضل قانون کا پابند نہیں ہوتا۔ آپ سو ریال یومیہ کی مزدوری پر دو مزدور لائے ،دونوں کو آپ نے طے شدہ مزدوری کے مطابق سو ریال دے دئے لیکن ایک کو سو ریال آپ نے مزید دئے کہ یہ میں آپ پر فضل کر رہا ہوں ۔ تو یہ فضل عدل کے خلاف نہیں ۔دوسرا مزدور یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحب یہ عدل کے خلاف ہے کیونکہ طے شدہ مزدوری سو ریال اس کو عدل کے مطابق دے دی گئی جس کو مزید سو ریال دئے یہ فضل ہے اور فضل قانون سے مقید نہیں ہوتا۔

ایک علمی اشکال اور اس کا جواب

اس کے بعد علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں ایک اشکال علمی قائم کیا جو اہل علم کے لئے بہت مفید ہے کہ قاتل نے سو مقتولین کے ورثاء سے تو معافی بھی نہیں مانگی ، نہ قصاص دیا نہ دیت دی تو اللہ تعالیٰ نے بندوں کا حق کیسے معاف کردیا ؟ اس کا جواب سن لیجئے! علامہ ابن حجر عسقلانی کے الفاظ فتح الباری کے پیش کرتا ہوں اور ترجمہ بھی کردوں گا۔

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا رَضِیَ عَنْ عَبْدِهٖ وَ قَبِلَ تَوْبَتَهٗ تَكَفَّلَ بِرِضَا خُصُوْمِهٖ

جب اللہ کسی بندے سے خوش ہوجاتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول کرلیتا ہے تو جتنا حق بندوں کا ہوگا خود اللہ ادا کرے گا اور جتنے فریق ہوں گے جو اپنا حق مانگیں گے تو ان کے سارے حقوق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود ادا فرماکر ان کو راضی کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اپنے اس بندہ کو معاف کردیا ہے اور میں اس سے خوش ہوگیا ہوں لہٰذا اپنے حقوق مجھ سے لو جیسے اگر کسی کا بیٹا نالائق تھا اور باپ اس سے ناراض تھا لیکن بیٹے نے معافی مانگ کرباپ کو خوش کردیا اور پھر اس کے قرض خواہ آئے کہ تم نے ہم سے قرضہ لیا ہے ، ہمارا قرضہ واپس کرو ورنہ ہم ابھی پٹائی کرتے ہیں تو باپ کہتا ہے کہ خبردار ! میرے بیٹے پر ہاتھ مت اٹھانا، میرے بیٹے نے معافی مانگ کر مجھ کو خوش کرلیا ہے لہٰذا آؤ اور اپنا سارا قرضہ مجھ سے لے جاؤ ،میں اس کا کفیل ہوں۔

اور کفیل پر ایک لطیفہ سناتا ہوں اور شاید آپ یہ لطیفہ پہلی دفعہ سنیں گے۔ عرب میں کفیل ہونا ضروری ہے ،اس لئے میں کہتا ہوں کہ کفیل تگڑا ہونا چاہئے یہاں کاف تمثیلیہ ہے یعنی مثل فیل کے ،اس لئے فیل کی طرح مضبوط آدمی کو کفیل بناؤ، کفیل کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ خیر یہ تو درمیان میں ایک لطیفہ عربی لغت کا میں نے آپ کو سنادیا دل خوش کرنے کے لئے۔

حقوق العباد معاف ہونے کی شرط

یہ بات یاد رکھیں کہ جان بوجھ کر کسی کا حق مار لیا اور قدرت ہوتے ہوئے اس کو ادا نہ کیا تو معافی نہیں ملے گی، حق تعالیٰ اس کے کفیل ہوں گے جس کو بندوں کا حق ادا کرنے کی قدرت نہ ہو، دل سے ادا کرنا چاہتا ہے لیکن قدرت نہیں ہے جیسا کہ اس واقعہ میں ہے کہ سو قتل کا مجرم نادم تھا لیکن اس کو موت آگئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ برکت والا ہے وہ اللہ جس کے قبضۂ قدرت میں سارا ملک ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ان کے قبضۂ قدرت میں ملک ایسا ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جس کو چاہتے ہیں مَلِكْ یعنی بادشاہ بنا دیتے ہیں اور آدابِ سلطنت بھی سکھا دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سلطنت چھین بھی لیتے ہیں۔ رات کو سلطنت لئے بیٹھے ہیں اور صبح اخباروں میں آجاتا ہے کہ بادشاہ صاحب کے ہتھکڑی لگی ہوئی ہے۔ تُؤتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ اگر ملک ان بادشاہوں کے ہاتھ میں ہوتا تو کون بادشاہ چاہتا کہ مجھ سے سلطنت چھن جائے۔

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک شئی پر قدرت رکھتا ہے اور ہر چیز شئی ہے۔

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ کی عجیب تفسیر

یہاں شیٔ پر ایک لطیفہ سنئے۔ ابلیس نے حضرت شیخ ابن عربی سے کہا کہ میں بھی بخشا جاؤں گا۔ شیخ نے کہا تو ہرگز نہیں بخشا جائے گا۔ کہا کہ میں تو قرآن شریف کی دلیل سے بخشا جاؤں گا۔ فرمایا کہ وہ کیا ہے ؟کہا کہ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری رحمت ہر شیٔ پر وسیع ہے اور میں بھی شیٔ ہوں یا نہیں ؟ تو جب رحمت وسیع ہوگی تو میں بھی بخشا جاؤں گا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کی تربیت کے لئے اس کو جواب نہیں دیا تاکہ وہ اس مردود کے وسوسوں کو اہمیت نہ دیں اور اس بھونکتے ہوئے کتے کا جواب نہ دیں لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے صدقے میں اس کا جواب آگیا۔ دیکھئے یہ ہے حکیم الامت کا ادب۔ باادب عالم ایسے ہوتے ہیں۔ آج کل کا غیر تربیت یافتہ ملا ہوتا تو کہتا کہ شیخ محی الدین ابن عربی سے جواب نہیں بن پڑا اور مجھے جواب آگیا۔لیکن آہ حکیم الامت کی فنائیت دیکھئے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابن عربی کی برکت سے مجھے جواب آگیا اور وہ یہ ہے کہ دوزخ میں جتنا عذاب شیطان کو دیا جائے گا اس سے زیادہ عذاب دینے پر اللہ قادر ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اللہ قادر ہے تو

جتنی قدرت زیادہ عذاب دینے کی ہے اس کا نہ دینا بھی رحمت ہے جیسے کسی کو سو جوتے مارنے کی طاقت ہے لیکن نوے مار کر دس چھوڑ دے تو یہ رحمت ہے یا نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جتنا عذاب شیطان کو دیں گے اس سے زیادہ دینے پر قادر ہیں۔ پس باوجود قدرت کے جو مزید عذاب نہ دیں گے یہی رحمت ہے۔

حیات پر موت کی تقدیم کا راز

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَلَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ وہ اللہ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو۔ میرے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ نے یہ آیت پڑھاتے ہوئے احقر سے فرمایا کہ بتاؤ موت پہلے آتی ہے یا زندگی ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت زندگی پہلے آتی ہے ۔ فرمایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے موت کو کیوں پہلے بیان کیا ؟ آہ حضرت نے کیا جواب دیا سن لیجئے۔ فرمایا کہ جس کی زندگی کے سامنے اپنی موت ہوگی اس کی زندگی اللہ والی ہوجائے گی، وہ غفلت اور گناہ میں اپنی زندگی کو غارت نہیں کرے گا، جس زندگی کے سامنے اپنی روانگی اور اپنا وطن ہوگا وہ پردیس کی رنگینیوں میں پھنس کر تعمیر وطن سے کبھی غافل نہیں ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں موت کو مقدم فرمایا۔ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلاً تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل

کرتا ہے۔ دنیا عالم امتحان ہے ، عالم بلا ہے ، عالم ابتلاء ہے۔ اللہ نے اس عالم امتحان میں ہمیں اس لئے نہیں بھیجا کہ یہاں سانڈ کی طرح رہو۔ سانڈ کا مزاج ہوتا ہے کہ ہر کھیت میں منہ ڈالتا ہے اور کھیت والوں کی لاٹھی کھاتا ہے ۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو آزاد نہیں پیدا کیا امتحان کے لئے پیدا کیا ہے ، یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً کی تفسیر بزبان نبوت ﷺ

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کی تفسیر بزبان نبوت ﷺ سن لیجئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً میں نے تم کو اس لئے پیدا کیا کہ میں تمہارا امتحان لوں کہ تم لوگ اچھے عمل کرتے ہو یا دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر مجھے بھول جاتے ہو۔ حضور ﷺ نے اس آیت کی تین تفسیر بیان فرمائی۔

کون عقل و فہم میں کامل ہے

(۱) لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَّفَهْماً تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون عقل و فہم میں کامل ہے جو اللہ کو راضی کرکے اپنے مستقبل کو سنوار لے اور کون بے وقوف اور احمق ہے جو دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر اپنے مستقبل کو تباہ کرلے۔ عاقل

وہی ہے جس کی نظر مستقبل پر ہو۔ پس کامل عقل والا وہی ہے جو آخرت کو سنوارنے کے سامان کرتا ہے۔

کون اللہ کی نافرمانی سے بچنے والا ہے

(۲) دوسری تفسیر فرمائی لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللهِ تَعَالٰى شَانُهٗ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تا کہ ہم تم کو آزمائیں کہ تم میں کون میری حرام کی ہوئی چیزوں سے یعنی میری ناراضگی کے اعمال سے بچتا ہے اور کون ہے جو اپنا دل خوش کرنے کے لئے مجھے ناخوش کرتا ہے اور حرام سے اپنا دل خوش کرتا ہے۔ میں تمہیں پالتا ہوں، تمہیں رزق دیتا ہوں کیا تمہیں شرافت کی ہوا بھی نہیں لگی کہ میری ناراضگی کے اعمال سے تمہیں شرمندگی بھی نہیں ہوتی ۔اگر میں دس دن تم کو کھانا نہ دوں پھر دیکھوں کہ تم کس عورت کو دیکھتے ہو اور کس حسین سے دل لگاتے ہو، ساری عاشقی بھول جاؤگے ؎

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

شام میں ایسا قحط پڑا کہ سارے عاشق اپنا عشق بھول گئے اور روٹی روٹی چلانے لگے۔ لہٰذا اے نادانو! میرے عذاب سے بے خوف نہ ہو، میں نے تمہیں دنیا میں اس لئے بھیجا ہے تاکہ تمہیں آزماؤں

کہ حرام سے بچ کر تم غم اٹھاتے ہو یا مجھ کو ناخوش کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرتے ہو۔ لہٰذا میرے غضب و قہر کو یاد رکھو ورنہ تمہارا دماغ پاگل ہو جائے گا، ایسے عذاب میں مبتلا ہو گے کہ ساری دنیا کے خمیرے کام نہیں دیں گے کیونکہ موتی کا خمیرہ پابند ہے اللہ کے حکم کا۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے کوئی خمیرہ ، کوئی معجون اس کے دل کی فرحت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ جس کے دل کو اللہ شکنجہ عذاب میں پکڑتا ہے اس کی دنیا کی زندگی بھی تلخ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کتنوں نے خود کشیاں کر لیں۔

کون اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں تیز ہے

(۳) اور تیسری تفسیر ہے لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَسْرَعُ اِلٰى طَاعَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ تاکہ میں تم کو آزماؤں کہ میری فرمانبرداری پر کون بندہ لبیک کہتا ہے کہ میں سر سے لے کر پیر تک خود کو آپ کی مرضی کے مطابق رکھوں گا کیونکہ سر سے پیر تک ہم آپ کے غلام ہیں ، ہمارا کوئی جز آپ کی غلامی سے خارج نہیں بِجَمِيْعِ اَعْضَائِنَا وَبِجَمِيْعِ اَجْزَائِنَا ہم قلباً اور قالباً آپ کے ہیں۔ہم دل میں بھی آپ کی نافرمانی نہیں سوچیں گے ،خیانت صدریہ بھی نہیں کریں گے ،خیانت عینیہ بھی نہیں کریں گے۔

اسماء حسنٰی کی تقدیم و تاخیر کے اسرار

آگے فرمایا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جہاں بھی اللہ کے کوئی دو نام آئے ہیں ان کی تقدیم و تاخیر میں بہت بڑے راز ہوتے ہیں۔ جیسے اَلتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ فرمایا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ معتزلہ ہے جو کہتا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذمہ توبہ قبول کرنا قانوناً واجب ہے گویا نعوذ باللہ اللہ کو معاف کرنا پڑے گا۔ پس توّاب کے بعد رحیم نازل فرماکر اللہ تعالیٰ نے فرقہ معتزلہ کا رد فرمایا ہے کہ میں تمہاری توبہ جو قبول کرتا ہوں تو شان رحمت کی وجہ سے کرتا ہوں، ضابطہ کی وجہ سے نہیں کرتا، ہمارے ذمہ تمہارا کوئی قرضہ نہیں ہے کہ تمہاری توبہ مجھے قبول کرنی ہی پڑے گی لیکن چونکہ میں توّاب کے ساتھ رحیم ہوں اس لئے تمہاری توبہ کی قبولیت میری شان رحمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ میں ضابطہ سے تمہیں معاف نہیں کرتا، حق رابطہ سے معاف کرتا ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ نے توّاب کے بعد رحیم نازل فرمایا۔

اور وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ کا ترجمہ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوربی زبان میں فرمایا تھا کہ جانتے ہو ہم تم کو کیوں بخش دیتے ہیں؟ مارے میا کے یعنی ماتا

اور محبت کی وجہ سے میں تم کو معاف کردیتا ہوں، میری مغفرت کا سبب میری محبت ہے۔ یہ ربط ہے غفور اور ودود کا۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ اور یہاں عزیز کو کیوں مقدم فرمایا عزیز کے معنی ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ فِيْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ میں عزیز ہوں یعنی میں قادر ہوں ہر شئی پر اور اتنا زبردست قادر ہوں کہ سارا عالم مل کر بھی میرے استعمال قدرت میں دخل انداز نہیں ہوسکتا۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا پہلوان بھی اپنی طاقت کے استعمال میں قادر مطلق نہیں۔ اگر محمد علی کلے کسی کو مارنے کے لئے گھونسہ اٹھائے اور دس آدمی آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو عاجز ہوجائے گا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وَلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ فِيْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ میری قدرت کے استعمال میں کوئی چیز مجھے عاجز نہیں کرسکتی۔ اگر ناراض ہوجاؤں تو شام کو خیریت سے سوئے گا اور صبح اس کے گردے بیکار ہوجائیں گے۔ اب سارا خون نکلواؤ اور سارا خون چڑھاؤ۔ جہاں چاہے اور جس طرح چاہے وہ ہمیں عذاب میں پکڑ سکتا ہے۔ اس لئے پناہ مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہوں اور انتقام نہ لیں۔ اس لئے ان کو راضی کرنے میں دیر نہ کرو، معلوم نہیں کب بلاوا آجائے۔ زندگی کا ویزا ناقابل توسیع اور نامعلوم المیعاد ہے لہٰذا جلدی سے استغفار و توبہ کرکے ہم سب ارادہ کرلیں کہ آج سے

صورتاً اور سیرتاً ہم اسی کے ہوکر رہیں گے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ، نہ سوسائٹی سے ڈریں گے نہ معاشرہ سے ڈریں گے نہ زمانے سے ڈریں گے ۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

یہ شعر مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عزیز کو اللہ نے اس لئے مقدم کیا کہ زبردست طاقت والے کی طرف سے تم کو مغفرت مل رہی ہے ، کمزور کی معافی قابلِ قدر نہیں ہوتی ۔ ایک آدمی چارپائی پر پڑا ہوا ہے ، سانس کا مریض ہے دمہ اور تنفس سے اٹھ کر کھڑا نہیں ہوسکتا وہ اگر کہہ دے کہ جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا تو اس کی معافی کی قدر نہیں ہوتی۔ آدمی کہتا ہے کہ اگر تم مجھے معاف نہ بھی کروگے تو میرا کیا بگاڑ لوگے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زبردست قدرت والا مالک تمہیں معاف کررہا ہے وہ چاہے تو ابھی تمہیں نیست و نابود کردے لہٰذا ایسے زبردست قدرت والے اللہ کی معافی کی قدر کرو اور سراپا شکر بن جاؤ۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضیٰ و صلی اللّٰه تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد و اله و صحبه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین ۔

پریشانیِ حُسن و شادانیِ دیوانۂ حق

ہر حُسن مجھے خوابِ پریشاں نظر آیا

دیوانۂ حق بس مجھے شاداں نظر آیا

چھایا ہے جب سے دل پہ تری یاد کا عالم

ہر ذرہ مجھے منزلِ جاناں نظر آیا

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم